لَبَیُک اَللّٰھُمَّ لَبَیُک

نگہت ہاشمی

النّور پبلیکیشنز

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب	:	لبیک اللّٰھم لبیک
مصنفہ	:	نگہت ہاشمی
طبع اوّل	:	جنوری 2007ء
تعداد	:	5100
ناشر	:	النور انٹرنیشنل
لاہور	:	98-C II' گلبرگ III۔فون: 7060579 - 042-7060578
فیصل آباد	:	103' سعید کالونی نمبر 1' کینال روڈ۔فون: 041-8721851
ملتان	:	888/G/1' بالمقابل پروفیسر اکیڈمی' بوسن روڈ' گلگشت۔ فون: 061-6008449
بہاول پور	:	7A' عزیز بھٹی روڈ' ماڈل ٹاؤن اے۔فون: 062-2875199 062-2885199' فیکس: 062-2888245
ای میل	:	alnoorint@hotmail.com
آن لائن کلاسز کیلئے	:	www.alnoorpk.com
بہاول پور	:	ملک میں النور کی پروڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں: مومن کمیونی کیشن' 48-B گرین مارکیٹ۔ بہاول پور
	:	فون: 062-2888245
مطبع	:	... پرنٹرز اینڈ پبلیشرز
قیمت	:	50/- روپے

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ

لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ

لَا شَرِیْکَ لَکَ

ترتیب

ابتدائیہ

'لبیک اللّٰھم لبیک' کے الفاظ کے ساتھ ہی ایک ایسے انسان کی تصویر ذہن کے پردے پر بنتی ہے جس نے احرام کی دو چادروں میں خود کو لپیٹا ہوا ہے، پاؤں میں چپل ہے اور تپتی دھوپ میں چٹیل میدان میں کھلے آسمان تلے عازم سفر ہے۔ وہ فرد حج کے ارادے سے اپنا گھر، اپنے گھر والے، اپنا کاروبار سب چھوڑ آیا ہے اور کہتا ہے 'حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں!'

☆ ایک انسان اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر لبیک (حاضر ہوں) کہنا کب سیکھتا ہے؟

☆ کیا حاضری کا سبق سیکھنے کے لیے حج کرنا ضروری ہے؟

☆ رب کے در پر اس حاضری کا آغاز کہاں سے ہوا؟

☆ یہ حاضری کب فائدہ دیتی ہے؟

☆ کیا حج کے دوران حاضری انسان کی باقی زندگی پر بھی کوئی اثر ڈالتی ہے؟

☆ کیا واقعی ایک انسان کی رب کے در پر حاضری صرف حج کے دنوں میں حج کا سفر کر کے ہی ہوتی ہے؟

ان سوالوں کا جواب 'لبیک اللّٰھم لبیک' کے ان پانچ لیکچرز کے دوران ملتا ہے

لبیک اللّٰھم لبیک

جس کا مجموعہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ کسی عبادت کی اصل روح سمجھ میں آجائے تو انسان اس کو اپنی ضرورت بنا لیتا ہے۔ امید ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر حج کا شوق آپ کے دل میں موجزن ہو جائے گا اور آپ عشرۂ ذوالحجہ کا شدت سے انتظار کرنے لگیں گے اس لیے کہ محترمہ نگہت ہاشمی صاحبہ نے اپنے ان لیکچرز میں حج اور عشرۂ ذوالحجہ کی اہمیت و فضیلت کے حوالے سے انتہائی خوبصورت اور ترغیب سے بھرپور مستند احادیث کے موتی سامنے رکھے ہیں۔ اللہ رب العزت ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو اس سے بہترین فائدہ اٹھانے والا بنا دے۔

'لبیک اللّٰھم لبیک' آڈیو سی ڈی کی صورت میں بھی دستیاب ہے۔ ہاتھ میں کتاب ہو اور کان وہی بات سن رہے ہوں تو جہاں بات کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے وہاں سیکھنا اور یاد رکھنا بھی زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ حاضری کا یہ سبق صرف ایک بار نہیں بار بار سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایسا ایمان عطا فرمائے کہ ہم اس کے ہر حکم پر لبیک اللّٰھم لبیک کہنے والے ہو جائیں۔

'لبیک' کے اس سبق کی ہر انسان کو ضرورت ہے۔ آیئے! اس پیغام کو تمام دنیا تک پہنچانے میں ہمارے مددگار بن جائیے۔ آپ کی طرف سے ایک کتاب یا ایک سی ڈی کا تحفہ اِن شاء اللہ کے بندوں کو اس کے در پر حاضری کی یاددہانی کروانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

دعوہ سیکشن

النور انٹرنیشنل

اور ابراہیم علیہ السلام نے وفا کا حق ادا کر دیا

تذکرہ ہے اس پکار کا، اس صدا کا جو اللہ تعالیٰ کے خلیل علیہ السلام نے آج سے سینکڑوں برس پہلے دی تھی۔ آج بھی مکہ میں آنے والے قافلے انہی صداؤں کے ساتھ، اُسی آواز، اُسی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اُس دھرتی پر داخل ہوتے ہیں۔ ایک انسان کی پکار کو اللہ تعالیٰ نے کیسا شرف قبولیت بخشا ہے!

آج اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ہم اس ہستی کے بارے میں جانیں۔ کیسے اللہ تعالیٰ نے ان کی پکار کو اتنا معتبر بنا دیا! وہ جو ایسے علاقے میں پیدا ہوئے تھے، ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے تھے جس میں خدا کی شناسائی نہیں تھی، جہاں کوئی رب کی پہچان رکھنے والا نہیں تھا، وہاں کیسے یہ ممکن ہو پایا کہ ایک شخص ایسا خداشناس بنا کہ اپنا سب کچھ اس رب کے آگے قربان کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

کیسے رب نے کائنات کا مشاہدہ کروایا!

کیسے اپنے ماحول سے برأت کا اظہار کیا!

اور معرفت کی، پہچان کی کس سطح تک پہنچے!

سورۃ الشعراء میں اسی کا تذکرہ ملتا ہے، رب العزت کا فرمان ہے:

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ [الشعراء:78]

”جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے“۔

وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ [الشعراء:79]

”وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے“۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ [الشعراء:80]

”جب میں بیمار ہوتا ہوں وہی مجھے شفا دیتا ہے“۔

وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ [الشعراء:81]

”وہی مجھے موت دے گا اور پھر وہی مجھے دوبارہ حیات عطا کرے گا“۔

وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ [الشعراء:82]

”وہ ذات ہی تو ہے جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ یوم الدین کو وہ میری خطائیں معاف کر دے گا“۔

یہ ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام!

جن کی زندگی میں ایک رب کے سوا کوئی سہارا نظر نہیں آتا۔

جنہیں رب کی ایسی معرفت ملی ہے کہ

اُن کی زندگی میں اُس معرفت کے آثار نظر آتے ہیں۔

اُن کا کھانا پینا، اُٹھنا بیٹھنا، بیماری، شفا، اُمیدیں، محبت،

ہر ایک چیز اُسی ذات سے وابستہ نظر آتی ہے۔

اِنہی کو رب نے خلیل اللہ بنایا، اپنا دوست بنایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے سفر کا آغاز اللہ تعالیٰ کی پہچان، اس کی معرفت سے کیا۔ انہوں نے اپنے ذاتی شعور سے رب کا مشاہدہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے ایک ایسا تعلق بنا کہ اس کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

یہ حواگی ہے۔

یہ یک سوئی ہے۔

اور حواگی اور یک سوئی ہمیشہ پہچان کے بعد، تعلق کے بعد ہوا کرتی ہے۔

اتنے گہرے تعلق میں جہاں ذاتی مشاہدے کا ہاتھ تھا، وہاں ماحول کی مخالفتوں نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت میں استقامت پیدا کرنے کے لیے معاونت کی۔

سورۃ الانبیاء میں رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کردار پر تبصرہ کیا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ [الانبیاء:51]

”اس سے بھی پہلے ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کی ہوشمندی بخشی تھی اور ہم اس کو خوب جانتے تھے“۔

کیا تعلق ہے! رب العزت نے اس بات کی گواہی دی کہ ہم اس کو خوب جانتے تھے۔

رب العزت نے جس کو اپنی نظروں میں رکھا اس نے فرمایا:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ [الانبیاء:52]

"یاد کرو وہ موقع جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ یہ مورتیں کیسی ہیں جن کے تم لوگ گرویدہ ہو؟"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذْ قَالَ

'آپ یاد کرو!'

ہم موجود نہیں تھے۔ یہ [sweet memories] ہیں، یہ یادیں ہیں سینکڑوں برس پہلے کی، باپ اور بیٹے کے باہمی تعلقات کیسے ہیں!

"جب اس نے اپنے باپ سے کہا: یہ تصاویر (یہ مورتیں) کیسی ہیں جن کے آپ گرویدہ ہو"۔

قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ [الانبیاء:53]

"انہوں نے جواب دیا: ہم نے اپنے باپ دادا کو اُن کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے"۔

قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ [الانبیاء:54]

"اُس نے کہا: تم بھی گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے"۔

یہ کیسا مکالمہ ہے!

ایک بیٹا اپنے باپ سے سوال کرتا ہے اور باپ نے جو جواب دیا وہی آج بھی دیا جاتا ہے۔

'باپ دادا کے طور طریقے۔'

'اُن کے رسم و رواج۔'

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیسا ہوش مندانہ جواب دیا تھا!

انہوں نے کہا: آپ بھی گمراہ، آپ نے بھی راستہ چھوڑ دیا اور آپ کے بڑوں نے بھی سیدھا راستہ چھوڑ دیا، راستہ گم کر دیا۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ [الانبیاء:55]

"انہوں نے کہا: کیا تو ہمارے سامنے اپنے اصلی خیالات پیش کر رہا ہے یا مذاق کرتا ہے؟"۔

یقین نہیں آیا کہ یہ وہی ابراہیم علیہ السلام ہے جس کو ہم نے پروان چڑھایا۔ کوئی کسر تو نہیں چھوڑی تھی باپ نے اور اس دور کے افراد نے کہ ابراہیم علیہ السلام کو رب سے برگشتہ کر دیں۔ ہر اعتبار سے انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی یہی امید تھی کہ وہ بھی اسی طرح کا طرزِ زندگی اختیار کریں گے جیسا انہوں نے خود اختیار کر رکھا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے کہا کہ یہ اصلی بات ہے، اصلی خیالات ہیں یا آپ مذاق کر رہے ہو؟

ہر دور میں جب بھی حق کی بات کہی گئی، حیرانی سے، اچنبھے سے یہ سوال ضرور کیا گیا:

'مذاق ہے یا حقیقت ہے؟'

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۝ۡ وَاَنَا

عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ [الانبیاء:56]

”اس نے جواب دیا: نہیں بلکہ فی الواقع تمہارا رب وہی ہے جو زمین اور آسمانوں کا رب اور ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس پر میں تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں“۔

یہ دعوت ہے!

یہ اندر کی پہچان پر زبان سے نکلنے والے الفاظ ہیں!

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ [57] فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ [58] قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ [59] [الانبیاء]

”اور خدا کی قسم! میں ضرور تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے بتوں کی خبر لوں گا۔ چنانچہ اس نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور صرف ان کے بڑے کو چھوڑ دیا شاید کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ انہوں نے جو آ کر ان کا حال دیکھا تو کہنے لگے: ہمارے خداؤں کا یہ حال کس نے کر دیا؟“۔

کہاں ابراہیم علیہ السلام کی ہوش مندی اور کہاں اُمت کا پلٹ جانا!

خدا تو وہ ہے جو ہر ایک کے حالات کو بہتر کرتا ہے اور یہ کیسے خداؤں کو پوجتے ہیں جو اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتے! کہتے ہیں:

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ [59] قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ [60] قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓي اَعْيُنِ النَّاسِ

لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ [61] قَالُوٓا ءَأَنتَ فَعَلْتَ هَٰذَا بِـَٔالِهَتِنَا يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ [62]
قَالَ بَلْ فَعَلَهُۥ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا فَسْـَٔلُوهُمْ إِن كَانُوا۟ يَنطِقُونَ [63]
فَرَجَعُوٓا۟ إِلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوٓا۟ إِنَّكُمْ أَنتُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ [64] ثُمَّ نُكِسُوا۟
عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَٰٓؤُلَآءِ يَنطِقُونَ [65] قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ
مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَلَا يَضُرُّكُمْ [66] أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا
تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ [67] قَالُوا۟ حَرِّقُوهُ وَٱنصُرُوٓا۟
ءَالِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَٰعِلِينَ [68]

" کہنے لگے: یہ ہمارے خداؤں کا حال کس نے خراب کردیا؟ بڑا ہی کوئی ظالم تھا۔ (بعض لوگ) بولے: ہم نے ایک نوجوان کو اس کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا جس کا نام ابراہیم علیہ السلام ہے۔ انہوں نے کہا: تو پکڑ لاؤ اس کو سب کے سامنے تاکہ لوگ دیکھ لیں (تاکہ لوگوں کو سمجھ آجائے کہ اس کی کیسے خبر لی جاتی ہے؟ ابراہیم علیہ السلام کے آنے پر) انہوں نے پوچھا: کیوں ابراہیم علیہ السلام! تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ اس نے جواب دیا: بلکہ ان کے سردار نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ ان ہی سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔ یہ سن کر وہ لوگ اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور کہنے لگے: واقعی تم خود ہی ظالم ہو مگر پھر ان کی مت پلٹ گئی اور بولے: تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: پھر کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوج رہے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان؟ تف ہے تم پر اور تمہارے معبودوں پر جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پوجا کر رہے ہو اور تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے۔ انہوں نے کہا: جلا ڈالو اس

کو اور حمایت کرو اپنے خداؤں کی"۔

دلیل سے جب بات نہیں کی جاتی تو نتیجہ ہمیشہ خفگی، ناراضی اور انتقام کی صورت نکلتا ہے۔
دلیل کا جواب دلیل سے نہیں، دھونس، دھاندلی اور انتقام سے لیے جانے کی کوشش ہے۔
"جلا ڈالو اس کو اور حمایت کرو اپنے خداؤں کی اگر تمھیں کچھ کرنا ہے"۔

پھر کیا ہوا؟

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ [الانبیاء:69]

"ہم نے کہا: اے آگ! تو ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم علیہ السلام کے لیے"۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے لیے ان کی سرزمین تنگ ہو چکی ہے، اردگرد کا پورا ماحول مخالف ہے، دشمنی انتہا تک پہنچ گئی۔

ایک رب پر یقین لانے کا۔
ایک رب کو مان لینے کا۔
ایک رب کے حوالے کر دینے کا انجام کیسا ہے!
وہی پیارے، محبت کرنے والے۔
وہی اپنے آج کیسے بیگانے ہو گئے!

جو بھی رب کو اپنا بنا لیتا ہے ماحول کے اندر اس طرح کی مخالفتوں کا اس کو ہمیشہ سامنا کرنا پڑتا ہے اور جس کے سبھی دشمن ہو جائیں، رب کی خاطر جو سب کی دشمنی مول لے لے، رب کیسے اس کے لیے پناہ بن جاتا ہے!

قُلۡنَا یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ [الانبیاء:69]

”ہم نے کہا: اے آگ! تو ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم علیہ السلام کے لیے“۔

یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان جدائی کا وقت آن پہنچتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی:

آزمایشوں کی زندگی۔

امتحان کی زندگی۔

رب سے وفا کی زندگی۔

رب العزت اعتراف کرتے ہیں:

وَ اِبۡرٰہِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی [النجم:37]

”ابراہیم علیہ السلام تو وہ ہے جس نے وفا کا حق ادا کر دیا“۔

سارا زمانہ مخالف ہے۔ ہر مخالفت قابلِ برداشت ہے اس رب کی خاطر۔ یہ پہچان کا، معرفت کا نتیجہ ہے۔ یہ کیسی حاضری ہے اپنا وجود آگ کے حوالے کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذرا سی گھبراہٹ، ذرا سی پریشانی بھی نہیں ہوئی۔ سب تماشا دیکھنے کھڑے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام واحد وہ ہستی ہیں جو پرسکون ہیں، جنھیں کسی چیز کا کوئی غم نہیں، جنھیں توکل ہے، بھروسہ ہے تو اپنے رب کی ذات پر کہ میرے ساتھ میرا رب ہے، سارا زمانہ بھی مخالف ہو جائے تو وہ میرے لیے پناہ گاہ بن جائے گا اور پھر یوں ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کو وہ علاقہ چھوڑ دینا پڑا، رب کا حکم آ گیا۔

جب بھی زمین پر رہنے والے اللہ والوں کے لیے زندگی تنگ کر دیتے ہیں تو پھر

ہجرتیں ہوا کرتی ہیں اور یہ کیسی انوکھی ہجرت ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی ہیں اور ایک بھتیجا۔ ابھی تک حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحب اولاد نہیں ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کے سہارے نکل کھڑے ہوتے ہیں یہ اعلان کرتے ہوئے:

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ [الصّٰفّٰت:99]

"میں تو اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، وہ میری رہنمائی فرمائے گا"۔

ہجرت ہمیشہ رب کی طرف ہی ہوا کرتی ہے۔ ایک رب کے لیے علاقہ چھوڑ دیا، وطن چھوڑ دیا، اپنا سب کچھ داؤ پہ لگا دیا، اپنی رشتہ داری، مال و متاع، ہر تعلق۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب عراق سے اپنے سفر کا آغاز کیا ہوگا، کیا کیفیت ہوگی ان کی! ایک سرور، ایک مٹھاس اور اللہ تعالیٰ کی پہچان کیسے ان پر چھائی ہوئی ہوگی! جہاں سے بھی گزرے ہوں گے، ایک ایک درخت، ایک ایک پتا، زمین پر بچھی ہوئی ایک ایک چیز، اوپر نظر اُٹھائیں تو وہی رب، اردگرد نظریں اٹھائیں تو وہی رب، زمین کی طرف نظر کریں تو وہی رب، اسی کی ثنائی، یہ پہچان کا، محبت کا، سب کچھ حوالے کر دینے کا سفر تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا ایک نیا موڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آتا ہے اور اس حکم کی تعمیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بڑھاپے کی اولاد کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں تنہا چھوڑ آتے ہیں۔ کتنی محبت ہوتی ہے انسان کو اپنی اولاد سے اور وہ اولاد جو انسان کو آخری عمر میں ملے اس سے محبت کس انتہا کی ہوتی ہے! یقیناً اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جنہوں نے ساری زندگی، ساری جوانی اولاد سے محروم ہو کر گزاری ہو۔ بڑھاپے کی اولاد کے لیے، ننھے بیٹے کے لیے رب نے کہا: اس جگہ چھوڑ آؤ جو منتخب کر لی ہے

رب نے لیکن ابھی اس جگہ کے حالات عجیب ہیں۔

کیسی وادی ہے!

جہاں نہ کچھ اُگتا ہے۔

نہ پانی ہے۔

نہ کھانے کو کچھ۔

ایک ویرانی ہے۔

لیکن ہر ویرانہ اللہ والے کے لیے اسی طرح اہمیت کا حامل ہوتا ہے جیسے آبادیاں ہوتی ہیں بلکہ ویرانے میں تو اس تعلق میں کچھ اور اضافہ ہو جایا کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی بیوی حضرت ہاجرہؓ اور اپنے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر آرہے تھے تو ان کے ساتھ تھوڑی سی مقدار میں کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ پانی۔

حضرت حاجرہ علیہا السلام بار بار حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سوال کر رہی تھیں:

''ہمیں کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہو؟''

کس نے کہا؟ کس نے حکم دیا؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ہی جواب دیا:

''اس رب کے حکم سے۔''

اس عظیم خاتون کا جواب دیکھیے جو اللہ تعالیٰ کے خلیل علیہ السلام کی رفیقۂ حیات ہے:

''اگر یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو پھر وہ رب ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔''

کیسا اعتماد ہے!

اکیلا رہنا اپنے گھر کے اندر بھی کتنا مشکل کام ہے اور ایک ایسے علاقے میں رہنا جہاں کوئی آبادی نہیں، جہاں کوئی پرندہ تک نہیں اس لیے کہ پرندوں کو بھی پانیوں اور ہریالی کی تلاش ہوتی ہے، جہاں کوئی جانور نہیں پایا جاتا۔ پانی نہ ہونے کی وجہ سے اس علاقے کی کیا صورتحال تھی! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے مناجات کی جس کا تذکرہ ہمیں سورۃ ابراہیم میں ملتا ہے:

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ [ابراھیم:37]

”اے ہمارے رب! میں نے ایک بے آب وگیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار! یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا دے اور انھیں کھانے کو پھل دے شاید کہ یہ شکر گزار بنیں۔“

رَبَّنَا

کیسی پکار ہے!

یہ آہیں ہیں۔

یہ اندر کا، دل کا ایک تعلق ہے۔

کیسی معرفت ہے!

خون کے اندر رچی بسی۔

شعور کے اندر رچی بسی۔

رَبَّنَا اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ [ابراھیم:38]

"اے ہمارے رب! تُو تو سب کچھ جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور واقعی اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے۔"

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ [ابراھیم:39]

"شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسحاق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام جیسی اولاد دی۔ یقیناً میرا رب دعائیں سنتا ہے۔"

یہ پہچان کا کیسا اظہار ہے!

میرا رب ہے جو دُعائیں سنتا ہے۔

اُسی نے مجھے بڑھاپے میں اولاد عطا کی۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ﺻﻠﮯ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ [ابراھیم:40]

"اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دے۔ میری اولاد میں سے بھی ایسے لوگ اٹھا جو یہ کام کریں۔"

کتنا درد ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا میں!

کیسا مطالبہ ہے کہ اے اللّٰہ! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دے!

کیسی پہچان رکھنے والا شخص!

کیسا تعلق رکھنے والا!

اللہ تعالیٰ کی خاطر سب کچھ قربان کرنے والا کیا دُعا کرتا ہے؟

”اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دے اور میری نسل میں سے بھی ایسے لوگ اٹھا جو نماز قائم کریں۔“

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ [ابراھیم:41]

”اے ہمارے رب! ہمیں اس دن معاف کر دینا، مجھے بھی، میرے والدین کو بھی، سب مومنوں کو بھی جس دن حساب قائم ہوگا۔“

دو چیزیں توجہ طلب ہیں ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں، امیدیں بھی ساری رب سے ہیں اور اتنی محبت کے باوجود، ایسی معرفت کے باوجود خوف بھی رب سے ہے کہ اے اللّٰہ! تو معاف کر دینا۔ کون سی خطائیں تھیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کر رہے تھے! سب کچھ ہی تو رب کے آگے بچھایا ہوا ہے لیکن حساس دل، اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والا دل اس سے یہ دُعا کرتا ہے کہ اے اللّٰہ! انجانے میں کوئی ایسی خطائیں ہوگئی ہوں یا میرا کوئی عمل آپ کو پسند نہ آیا ہو تو معاف کر دینا۔ اے اللّٰہ! مجھے، میرے والدین کو اور سب ایمان لانے والوں کو اس دن معاف کر دینا جس دن حساب کتاب قائم ہوگا۔

یہ معرفت ہے۔

یہ پہچان ہے۔

رب کے ہاں معافی کی ضرورت کس قدر ہے!

یہ کیسی پہچان ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کی!

یہ کیسی ہوش مندی ہے!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ہوش مندی عطا کی تھی“۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی ایسی ہوش مندی عطا فرمادے۔ (آمین)

اور اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر بنوا دیا

سورۃ البقرہ میں رب العزت نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ [البقرۃ:158]

"یقیناً صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کرلے اور جو برضا ورغبت کوئی بھلائی کا کام کرے گا، اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کی قدر کرنے والا ہے"۔

صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں بیت اللہ سے ملحق جو آج ایئر کنڈیشنڈ ہال کے اندر ہیں۔

ان پہاڑیوں کے ساتھ بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔

یہ ایک ماں کی ممتا۔

لبیک اللّٰھم لبیک

ایک بیٹے کے لیے پانی کی تلاش میں مجبور ماں۔

اپنی بے بسی کا احساس رکھنے والی ماں کی یادگار ہے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں جب بے آب و گیاہ وادی میں اکیلے رہ گئے، کچھ دنوں تک وہ کھجوریں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی تھیں کام آتی رہیں، پھر کھجوریں ختم ہوئیں اور پانی بھی ختم ہوگیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس کی شدت سے بلبلاتے رہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کبھی ایک پہاڑی پر کبھی دوسری پہاڑی پر پانی کی تلاش میں دوڑتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ دوڑنا کتنا پسند آیا! آج جو بھی بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے نکلتا ہے حج یا عمرہ کرنے کی نیت سے، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ادا کو کیسے مناسکِ حج میں محفوظ کردیا! دونوں ہی صبر کی یادگاریں بن گئے۔

یہ اس ماں کا صبر تھا جس نے کہا تھا: اللہ تعالیٰ ہمیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا اور رب نے ضائع نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ماں بیٹے کے لیے ایک چشمہ بہادیا۔ آج وہ پانی ہر ایک کے لیے کیسا معتبر ہوگیا! وہ پانی جب پینے والا پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے امید باندھتا ہے، اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے۔ حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے صحراؤں میں پانی جاری کردیا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پلاننگ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو منتخب کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے پلاننگ سے ان ہستیوں کو یہاں لا بسایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مقام کو رہتی دنیا تک کے لیے، جہان والوں کے لیے مرکز بنانا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مقام کو اپنے گھر کے طور پر منتخب کرنا تھا۔

اسی وجہ سے ایک کے بعد ایک نشانی آتی چلی گئی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھوڑا سا بڑے ہوئے، بھاگنے دوڑنے کی عمر کو پہنچے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب دکھایا کہ اب وہ بیٹا بھی چاہیے۔ اب دیکھتے ہیں ابراہیم علیہ السلام کا دل بیٹے کی محبت میں کتنا اٹکتا ہے! لیکن

جس نے رب کے تعلق کو پالیا تھا۔
جس نے اس کائنات کے بادشاہ کے ساتھ تعلق قائم کرلیا تھا۔
اس کے لیے کوئی محبت رکاوٹ نہیں بن سکی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے اس واقعے کا تذکرہ سورۃ الصافات میں ہمیں ملتا ہے۔ رب العزت فرماتے ہیں:

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ [99] رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ [100] فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ [101] فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ [102] [الصّٰفّٰت]

"ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، وہی میری رہنمائی فرمائے گا۔ اے پروردگار! مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحوں میں سے ہو۔ (اس دُعا کے جواب میں) ہم نے اس کو ایک حلیم (بردبار) لڑکے کی بشارت دی۔ وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا: بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا، تیرا کیا خیال ہے؟"

قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ [102]

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ [103] وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ [104] قَدْ صَدَّقْتَ

الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ [105] اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰۗـــؤُا

الْمُبِيْنُ [106] وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ [107] [الصّٰفّٰت]

"اس نے کہا: ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔ آخر کو جب ان دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم علیہ السلام! تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا"۔

ایسا لگتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام ربّ کی خاطر ہر ہر چیز کو قربان کرتے کرتے اس مقام تک آن پہنچے ہیں کہ بیٹے کا خون رب کی خاطر بہا دینا چاہتے ہیں، فیصلہ کر لیا، چھری بیٹے کی گردن پر ہے، بیٹے نے بھی گردن حاضر کر دی، باپ نے بھی چھری چلا دی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے چھڑا لیا۔ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں جنھوں نے وفا کا حق ادا کر دیا اور رب العزت نے فرمایا:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ [الصّٰفّٰت:108]

"اور ہم نے اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی"۔

آج دنیا کے ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے،عیسائی ہوں، یہودی ہوں، صابی ہوں یا مسلمان ہوں، سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر کی حیثیت میں پہچانتے ہیں اور رب العزت نے فرمایا:

سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبۡرٰہِیۡمَ [109] کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ [110] اِنَّہٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ [111][الصّٰفّٰت]

"سلام ہے ابراہیم علیہ السلام پر۔ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔"

یہ ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کی قربانی دیتے ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے بیٹے کو چھڑا لیا۔کیسا عزم ہے!کیسا تعلق ہے!پائے ثبات میں کسی محبت کی وجہ سے لغزش نہیں آرہی۔

"سلام ہے ابراہیم علیہ السلام پر۔"

اس شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مثال بنا دیا تاکہ رہتی دنیا تک کے انسان ایسی خصوصیات اپنائیں،تاکہ وہ بھی ایسے ہی اپنے رب کے لیے committed ہو جائیں، ایسے ہی ثابت قدم ہو جائیں،ایسے ہی سب کچھ اپنے رب کے لیے نچھاور کر دیں۔ جو انسان اتنی بڑی قربانیاں دے لیتے ہیں،اللہ تعالیٰ ان کی زندگی کو کیسے امر کر دیتے ہیں! کیسے ان کی یادیں،ان کی یادگاریں پیچھے آنے والوں میں باقی رکھ دیتے ہیں!

یہ دونوں باپ بیٹے ہیں،دونوں نے اپنے آپ کو جھکا دیا رب کے لیے،بچھا دیا رب

کے لیے اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ہستیوں کو قبول کرلیا کہ یہ دونوں اب رب کا گھر تعمیر کریں گے۔

وہ گھر جو ہر ایک کی تمناؤں کا مرکز ہوگا۔

وہ گھر جہاں ہر ایک آنسو بہانے کے لیے۔

رب کو پکارنے کے لیے۔

رب کے سامنے فریادیں کرنے کے لیے۔

رب کے گرد چکر کاٹنے کے لیے پہنچے گا۔

دیوانہ وار ایسے جیسے شمع کے گرد پروانے اکٹھے ہوتے ہیں۔

یہ کیسی دیوانگی ہے جو پوری فرزانگی کے ساتھ جاری رہتی ہے۔

یہ وہی گھر ہے

جس کے چکر کاٹنا ہر ایک اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتا ہے۔

جو نہیں پہنچتا، وہ پہنچنے کی تمنا کرتا ہے۔

اس کے لیے دعائیں کرتا ہے۔

یہ گھر کیسے تعمیر ہوا تھا؟ اس کی تعمیر کے واقعات کو رب العزت نے بیان فرمایا:

یہ سورۃ البقرہ ہے:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ [البقرہ:127]

"اور جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔"

یاد کرو وہ وقت! اپنے ذہن کے اندر، اپنے دل کے اندر، اپنے شعور میں اس کی یاد تازہ کرو۔

وہ وقت جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ [127] رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا [128] [البقرہ]

”وہ دونوں کہتے جارہے تھے: اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرما لیجئے۔ یقیناً آپ سننے والے جاننے والے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا مسلم مطیع فرمان بنالے، ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا دے“۔

کیسی عاجزی ہے! کیسے کردار ہیں!

وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ [البقرہ:128]

”ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، یقیناً آپ توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں“۔

رَبَّنَا ”اے ہمارے رب!“

رَبَّنَا میں کیسے دل کا درد شامل ہے!

کیسی مٹھاس شامل ہے!

کیسا احساس شامل ہے!

کتنی دور تک دیکھ رہی ہیں یہ نگاہیں!

کیسی حکمت عطا کی ہے رب نے!

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيهِمۡ رَسُولًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوا۟ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ [البقرہ:129]

"اے ہمارے رب! ان لوگوں میں خود انہی میں سے رسول مبعوث فرمانا جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنا دے، جو انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جو ان کے نفوس کو پاک کر دے۔ یقیناً آپ غالب بھی ہیں اور حکیم بھی"۔

گھر بناتے ہوئے گھر بسانے کی دعا ہے۔ گھر بنانے آسان ہیں، بسانے بہت مشکل۔
گھر کی آبادی کے لیے پوری پلاننگ ہے ذہنوں کے اندر کہ گھر کیسے بسیں گے؟
اللہ تعالیٰ کا گھر اس کے دیے ہوئے علم کے بغیر نہیں بس سکتا۔

اس لیے دعا کی کہ اے اللہ! انہی میں سے ایسا رسول اٹھا دینا جو انہیں تیری آیات کی تلاوت کر کے سنا دے۔ اے اللہ! ایسا رسول اٹھا دینا جو انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔

دور کون سا تھا!

درد کیسا تھا!

آج تک اگر وہ تعلیم، اس کے اثرات نظر آ رہے ہیں تو یہ دعائے ابراہیمی ہے کہ میری نسل کہیں رب سے غافل، رب کی طرف سے جاہل نہ رہ جائے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان خداشناس نہ بنیں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان خدا ہی کو بھول جائیں۔

اے ہمارے رب! انہی میں سے ایسا رسول اٹھا دینا جو تیری آیات پڑھ کر سنا دے، جو انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے دے۔ یہی تعلیم ہے جس سے گھر آباد ہوا اور یہی تعلیم ہے جس کی وجہ سے دل پاک ہوئے۔ تزکیہ، دل کی پاکیزگی بھی اللہ تعالیٰ کے کلام کے بغیر ممکن نہیں۔

یہ کلام ایسا ہے جو

ذہن کو بھی پاک کرتا ہے۔

نظر کو بھی پاک کرتا ہے۔

جو انسان کے دل کو

اس کے معاملات کو بھی پاک کرتا ہے۔

جو معیشت، معاشرت کو بھی پاک کرتا ہے۔

جو سیاسی نظام کی پاکیزگی کے لیے اصول دیتا ہے۔

جو بین الاقوامی نظام سے بھی خرابیوں کو دور کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ اے ہمارے رب! ایسا رسول مبعوث فرما دینا۔ اڑھائی ہزار برس کے بعد دعا پوری ہوئی محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت میں اور رب العزت نے فرمایا:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ط [البقرہ:130]

”اب کون ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے طریقے سے نفرت کرے۔“

ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ

کلامِ الٰہی کی تعلیم کا طریقہ تھا۔

دعا کا طریقہ تھا۔

عاجزی کا طریقہ تھا۔

حمد و ثنا کا طریقہ تھا۔

مرکز بنانے کا طریقہ تھا۔

رب العزت سوال کرتے ہیں اب کون ہے؟ وہ کون کون ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے طریقے سے نفرت کرتا ہے؟ پھر رب خود ہی جواب دیتا ہے:

''جس نے اپنے آپ کو خود حماقت میں مبتلا کر دیا ہو''

جو جہالت میں مبتلا ہے وہ ایسی بات کرسکتا ہے۔

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَٰهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّٰلِحِينَ [البقرہ:130]

''ابراہیم علیہ السلام تو وہ شخص ہے جس کو ہم نے دنیا میں اپنے کام کے لیے چن لیا تھا اور آخرت میں اس کا شمار صالحین میں ہوگا''۔

ابراہیم علیہ السلام تو وہ ہے!

اللہ تعالیٰ نے مثال کے طور پر اس شخصیت کو سامنے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منتخب کر لیا دنیا کے لیے بھی اور آخرت کے لیے بھی۔

اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ

وہ ہمیں بھی اپنے کام کے لیے منتخب فرمالے۔

ہمیں اپنے کلام کا علم عطا فرمائے۔

ہمیں اپنے دلوں کو پاک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمیں بھی اسی طرح سے دین کے مراکز بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور ہم سے بھی یہ خدمات قبول فرمالے۔ (آمین)

اب توجہ کرنا ہے

ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ [96] فِيْهِ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ [97] [آل عمران]

"بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز بنایا گیا تھا۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، ابراہیم علیہ السلام کا مقامِ عبادت ہے۔ جو اس میں داخل ہو گیا وہ مامون ہوا۔ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔"

تذکرہ ہے پہلی عبادت گاہ کا جس کو تعمیر کرنے کا شرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو عطا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے تمام جہان والوں کے لیے مرکزِ ہدایت بنایا تھا۔ آج بھی اس گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقامِ عبادت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام کو جائے نماز بنانے کا حکم دیا۔ یہ گھر، اللہ تعالیٰ کا گھر ایسا ہے جو کوئی اس میں داخل ہو جائے، جانی دشمن بھی ایک دوسرے سے امن پا جاتے ہیں۔

دنیا میں tention free zone ہے۔

دنیا میں جنت کا ٹکڑا ہے۔

ایک ایسی جگہ جہاں ہر ایک کو امن ملتا ہے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

"اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ جو کوئی اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔ جو اس کا انکار کردے تو اللہ تعالیٰ جہان والوں سے بے نیاز ہے"۔

اللہ تعالیٰ کو ان انسانوں کی ضرورت نہیں ہے جو اس کے گھر پہنچنا نہیں چاہتے، اللہ تعالیٰ ان سے بے نیاز ہے اور جو جانا چاہے تو اس کے لیے رب رحمتوں اور مغفرتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ حَجَّ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ

[بخاری و مسلم]

"جو شخص حج کرتا ہے اور اس میں نہ اس نے کوئی گناہ کیا، نہ کوئی شہوانی کام کیا،

وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے پیدائش کے دن تھا“۔

کون ایسا انسان ہے جس سے غلطیاں اور گناہ سرزد نہ ہوتے ہوں! غلطیوں کی معافی انسان چاہتا ہے، پاکیزگی انسان کو پسند ہے۔ یہی غلطیاں، یہی پچھتاوا[guilt] انسان کو چین نہیں لینے دیتا۔ رب نے انسانوں کو ان کے احساسِ ندامت سے نکلنے کا راستہ بتایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی خاطر اس کے گھر چلے آؤ گے، احتیاط کرو گے، نافرمانی کا کام نہ کرو گے تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا کردے گا جیسے آج ہی پیدا ہوئے ہو۔

انہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟

”کون سا عمل سب سے افضل ہے“؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

”اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا“۔

عرض کیا گیا: ”اس کے بعد کون سا؟“۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

”اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا“۔

عرض کیا گیا: ”اس کے بعد کون سا؟“۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَجٌّ مَبْرُوْرٌ

"حج مبرور" ۔[بخاری ومسلم]

حج مبرور وہ ہے جس کی ادائیگی کے دوران حج کرنے والے نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، نیکیوں سے بھرپور حج۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ [بخاری ومسلم]

"ایک عمرہ دوسرے عمرے کے درمیانی گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتا"۔

حج اتنا بڑا نیکی کا کام ہے۔ رب العزت اس کام کے لیے کیسے انسان کو تیار کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کیسے ترغیب دلاتے ہیں کہ حج مبرور، نیکیوں سے مبرور حج کی جزا جنت کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ ایسے حج کے بعد جنت جانے کی امید بندھ جاتی ہے، پھر حج کرنے کا ارادہ کرنے میں تاخیر کیوں؟

ابن شماسہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان پر موت کا عالم تھا۔ بہت روئے اور فرمانے لگے: جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام نصیب کیا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! اپنا دایاں ہاتھ آگے لائیے تاکہ میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کروں۔" انھوں نے اپنا ہاتھ مبارک پھیلایا لیکن میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ فرمانے لگے: "اے

عمرو! تمہیں کیا ہو گیا؟'' میں نے کہا: ''میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپ کون سی شرط لگانا چاہتے ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''میں یہ شرط لگانا چاہتا ہوں کہ میں بخشا جاؤں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

اَمَا عَلِمْتَ یَا عَمْرُو اَنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهَا وَاَنَّ الْحَجَّ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ (ابن خزیمہ، مسلم)

''اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پہلے تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے، ہجرت بھی پہلے تمام گناہوں کو ختم کر دیتی ہے اور حج بھی پہلے تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے''۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے سوال کیا کہ

''یا رسول اللہ ﷺ! اسلام کسے کہتے ہیں؟''۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اَنْ یُّسْلِمَ قَلْبُکَ وَاَنْ یَّسْلَمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِکَ وَیَدِکَ

''اسلام یہ ہے کہ تیرا دل مان لے اور مسلمان تیری زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں''۔

اس نے عرض کیا: ''اسلام میں کون سا کام سب سے افضل ہے؟''۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان''۔

اس نے عرض کیا: ''ایمان کسے کہتے ہیں؟''۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَآئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

''ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر یقین رکھے''۔

اس نے عرض کیا: ''ایمان میں کیا چیز افضل ہے؟''۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہجرت''۔

اس نے پوچھا: ''ہجرت کسے کہتے ہیں؟''۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اَنْ تَھْجُرَ السُّوْءَ

''ہجرت برا کام چھوڑ دینے کو کہتے ہیں''۔

اس نے کہا: ''کون سی ہجرت سب سے افضل ہے؟''۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہاد''۔

اس نے کہا: ''جہاد کیا ہے؟''۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اَنْ تُقَاتِلَ الْکُفَّارَ اِذَا لَقِیْتَھُمْ

''جہاد یہ ہے کہ جب تیرا کافروں سے آمنا سامنا ہو جائے تو تو انہیں مارنے کی کوشش کرے''۔

اس نے عرض کیا: ''کون سا جہاد سب سے افضل ہے؟''۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ عُقِرَ جَوَادُہٗ وَاُھْرِیْقَ دَمُہٗ

''اس کا جہاد سب سے افضل ہے جس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں

اور خون بہادیا جائے"۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَثَمَّ عَمَلَانِ هُمَا اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اِلَّا مَنْ عَمِلَ بِمِثْلِهِمَا: حَجَّةٌ مَبْرُوْرَةٌ اَوْ عُمْرَةٌ مَبْرُوْرَةٌ [احمد]

"دو اور عمل بھی ہیں: ایک تو حج مبرور اور دوسرا عمل مبرور عمرے کا ہے"۔

اس حدیث سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو اعمال سب سے زیادہ پسند ہیں اس میں نیکیوں سے بھرپور حج مبرور بھی شامل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى: اِيْمَانٌ لَا شَكَّ فِيْهِ وَغَزْوٌ لَا غُلُوْلَ فِيْهِ وَحَجٌّ مَبْرُوْرٌ [ابن حبان]

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل عمل ایسا ایمان ہے جس میں کوئی شک نہ ہو اور ایسا جہاد ہے جس میں غنیمت کے مال سے خیانت نہ کی گئی ہو اور ایسا حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ ہو"۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: "کون سا کام سب سے افضل ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا:

اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ ثُمَّ حَجَّةٌ مَبْرُوْرَةٌ تَفْضُلُ سَائِرَ الْاَعْمَالِ كَمَا بَيْنَ مَطْلَعِ الشَّمْسِ اِلٰى مَغْرِبِهَا [احمد]

”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک پر ایمان لانا، پھر مبرور حج اور باقی سب اعمال کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان کا فاصلہ ہے“۔

حج اور باقی اعمال کا کیا مقابلہ ہے؟ ایسا ہی ہے جیسا مشرق اور مغرب کے درمیان مقابلہ نہیں ہے۔ حج اتنا افضل عمل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ [الترمذی]

”حج اور عمرہ لگاتار کرو۔ یہ دونوں فقر و فاقہ اور گناہوں کو ایسے ختم کر دیتے ہیں جیسے بھٹی سونے اور چاندی کے میل کو ختم کر دیتی ہے۔ مبرور حج کا صلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔“

آپ ﷺ کے اس حکم ’حج اور عمرہ لگاتار کرو‘ کے بارے میں کیسی خیال آرائیاں کی جاتی ہیں؟ عمرہ کرنے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شاید یہ لوگوں کی روٹین بن گئی، لوگوں کے اندر یہ فیشن ہو گیا ہے، اب عمرہ کرنا اسٹیٹس سمبل ہو گیا۔ لہٰذا عمرہ کرنے سے روکنے کے لیے دلائل دیئے جاتے ہیں کہ یہی سرمایہ کسی اور نیکی کے کام میں لگ جائے تو کیا اس سے زیادہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے؟ اور حج کے حوالے سے کتنی ہی باتیں انسانوں کی زبانوں پر ہیں۔ مثال کے طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ جتنا سرمایہ حج پر لگتا ہے اسی سرمائے

سے انسان اپنے خاندان کے غرباء، بیواؤں اور یتیموں کی خدمت کر لے، سوسائٹی کے دکھ دور کرنے والے کام کر لے اور گنہگار دل کو یہ خدمت کرنی بھی نصیب نہیں ہوتی، حج بھی گیا اور خدمت کے کام بھی گئے۔

یہ تو ایک چال ہے جو شیطان چلتا ہے، کسی طرح انسان اپنے گناہ معاف کروانے سے رک جائے، رب کے آگے جھکنے سے، مناجات کرنے سے، رب کے سامنے حاضر ہونے سے رک جائے۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو سامنے رکھیے:

"حج اور عمرہ لگاتار کرو کہ یہ دونوں فقر و فاقہ اور گناہوں کو ایسے ختم کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو ختم کرتی ہے"۔

دل پاک ہوگا تو دنیا میں پاک کام کرنے کو جی چاہے گا، انسانیت کی خدمت کرنے کو بھی تبھی جی چاہے گا جس وقت انسان کا اندر رب سے جڑ جائے گا ورنہ نیکی کے کام کبھی کبھار ہو ضرور جاتے ہیں لیکن لمبے عرصے تک یہ سلسلہ جاری نہیں رہتا اور اگر کوئی یہ کام کرتا بھی ہے تو بنیاد ٹھیک نہیں رہتی، لوگوں میں نام و نمود کی خاطر، ان کی نظروں میں مقام پانے کی خاطر، ان کے اندر تخی مشہور ہونے کی خاطر یہ کام کیے جاتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک انسان کی شہرت تو ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس دینے کو کچھ نہیں بچتا کیونکہ انسان اپنے عمل کو خود آگ لگا لیتا ہے، اس کی جزا پھر اسے مل نہیں پاتی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهٗ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ

"مبرور حج (نیکی والے حج) کا ثواب جنت کے علاوہ کچھ نہیں۔"

عرض کیا گیا: "حج کی نیکی سے کیا مراد ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَطِیْبُ الْکَلَامِ (احمد، طبرانی)

"کھانا کھلانا اور خوش گفتار ہونا۔"

حج کے دوران بہت سے مواقع ملتے ہیں کھانا کھلانے کے اور اس دوران یقیناً لوگ اس کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں اور دوسری بات جو حج کی ٹریننگ میں شامل ہے کہ لڑائی جھگڑا نہیں کرنا، غصہ نہیں، بدمزاجی، بدسلوکی نہیں۔ انسان کا کلام طیب ہو جاتا ہے جب وہ ان چیزوں کا دھیان رکھتا ہے، جب وہ اپنے حج کے قبول ہونے کی تمنا رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ واضح فرمایا کہ حج کی نیکی سے مراد کھانا کھلانا اور خوش گفتار ہونا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَا يَرْفَعُ اِبِلُ الْحَاجِّ رِجْلًا وَلَا يَضَعُ يَدًا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا حَسَنَةً اَوْ مَحَا عَنْهُ سَيِّئَةً اَوْ رَفَعَهٗ بِهَا دَرَجَةً (البیہقی، ابن حبان)

"جب حاجی کا اونٹ پاؤں اٹھاتا ہے یا رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ایک نیکی لکھ دیتا ہے، ایک گناہ مٹا دیتا ہے، ایک درجہ بلند کرتا ہے۔"

حج سفر کرنے والوں کا جہاز جب اترتا ہے، جب حجاز کی سرزمین پر وہ اپنے پاؤں رکھ دیتا ہے۔

ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔

ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

پھر کیوں نہ اس بات کی تمنا رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درجات بلند کر دے، ہماری غلطیوں، کوتاہیوں اور گناہوں کو معاف فرما دے اور ہمارے حق میں نیکیاں لکھ دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ جَاءَ يَؤُمُّ الْبَيْتَ الْحَرَامَ فَرَكِبَ بَعِيرَهُ فَمَا يَرْفَعُ الْبَعِيرُ خُفًّا وَلَا يَضَعُ خُفًّا إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً وَرَفَعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةً حَتَّى إِذَا انْتَهَى إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلَقَ أَوْ قَصَّرَ إِلَّا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ فَهَلُمَّ يَسْتَأْنِفُ الْعَمَلَ (۲۹)

”جو شخص بیت اللہ کی نیت کرکے اونٹ پر سوار ہو کر آتا ہے، اونٹ کا ایک قدم اُٹھانے اور رکھنے کے عوض اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے، ایک گناہ ختم کرتا ہے، ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔ جب وہ بیت اللہ میں پہنچ جاتا ہے اور بیت اللہ کا اور صفا اور مروہ کا طواف کرتا ہے، پھر بال منڈواتا یا کٹواتا ہے تو وہ اپنے گناہوں سے نکل کر ایسے ہو جاتا ہے جیسے وہ پیدائش کے دن تھا، پھر وہ دوبارہ زندگی کا آغاز کرتا ہے۔“

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ

اَلْحَاجُّ يَشْفَعُ فِي أَرْبَعِ مِائَةِ أَهْلِ بَيْتٍ أَوْ قَالَ: مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ

"ایک حاجی چار سو گھروں کی سفارش کرے گا" یا آپ ﷺ نے فرمایا:
"اپنے خاندان کے چار سو افراد کی سفارش کرے گا اور وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے پیدائش کے دن تھا"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُغْفَرُ لِلْحَاجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ
"حج کرنے والے کو بخش دیا جاتا ہے اور جس کے لیے وہ بخشش کی دُعا کرتا ہے اسے بھی بخش دیا جاتا ہے"۔

اسی وجہ سے حج پر جانے والوں کے پاس طویل فہرستیں ہوتی ہیں پیچھے والوں کی دُعاؤں، ان کے استغفار کے لیے، ان کی دُنیا اور آخرت کی بہتری کے لیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ اِنْ دَعَوْهُ اَجَابَهُمْ وَاِنِ اسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَ لَهُمْ [نسائی، ابن ماجہ]
"حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں۔ اگر وہ دُعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے۔ اگر وہ بخشش طلب کریں تو انہیں بخش دیا جاتا ہے"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰہِ دَعَاھُمْ فَاَجَابُوْہُ وَسَالُوْہُ فَاَعْطَاھُمْ

"حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوا کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بلانے پر آتے ہیں اور جو اس سے مانگتے ہیں وہ انہیں عطا کرتا ہے۔"

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا رَاحَ مُسْلِمٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مُجَاھِدًا اَوْ حَاجًّا مُھِلًّا اَوْ مُلَبِّیًا اِلَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ بِذُنُوْبِہٖ وَخَرَجَ مِنْھَا (طبرانی)

"جب کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے راستے میں مجاہد بن کر جاتا ہے یا احرام باندھ کر لبیک کہتے ہوئے حاجی بن کر جاتا ہے، سورج اس کے گناہوں کو لے کر ڈوبتا ہے (یہ کتنی بڑی خوشخبری ہے) اور وہ خود گناہوں سے نکل جاتا ہے۔"

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انصار میں سے ایک آدمی حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوال پوچھنا چاہتا ہوں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ"۔ پھر ثقیف قبیلے کا ایک آدمی آیا اور اس نے بھی عرض کیا: "میں آپ سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انصاری تجھ پر سبقت لے گیا ہے"۔ انصاری نے کہا: "یہ مسافر ہے اور مسافر کا حق ہوتا ہے۔ پہلے آپ اسے بتائیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثقفی کی طرف متوجہ ہو گئے اور فرمانے لگے: "اگر تم چاہو تو جو پوچھنے آئے ہو وہ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں، پھر تم پوچھو میں تمہیں بتاتا ہوں"۔ اس نے بہت سارے سوال کیے، ایک سوال حج کے بارے میں بھی تھا اور حج کے بارے میں تفصیل سے اس نے مزید سوال کیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم مجھ سے حاجی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو کہ

جب وہ گھر سے جاتا ہے تو اسے کتنا ثواب ملتا ہے؟

جب وہ میدانِ عرفات میں قیام کرتا ہے تو اسے کتنا ثواب ملتا ہے؟

جب وہ جمرات کو کنکریاں مارتا ہے تو اسے کتنا ثواب ملتا ہے؟

جب وہ سر منڈواتا ہے تو اسے کتنا ثواب ملتا ہے؟

جب وہ بیت اللہ کا آخری طواف کرتا ہے تو اسے کتنا ثواب ملتا ہے؟“

اُس نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ ﷺ کو دینِ حق دے کر بھیجا ہے! جو میرے دل میں تھا آپ ﷺ اس سے ذرا بھی آگے پیچھے نہیں ہٹے“۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

فَاِنَّ لَهُ حِيْنَ يَخْرُجُ مِنْ م بَيْتِهٖ اَنَّ رَاحِلَتَهٗ لَا تَخْطُوْا خُطْوَةً اِلَّا كُتِبَ لَهٗ بِهَا حَسَنَةٌ اَوْ حُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ فَاِذَا وَقَفَ بِعَرَفَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَنْزِلُ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا اِلٰى عِبَادِىْ شُعْثًا غُبْرًا اشْهَدُوْآ اَنِّىْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ ذُنُوْبَهُمْ وَاِنْ كَانَتْ عَدَدَ قَطْرِ السَّمَآءِ وَرَمْلِ عَالِجٍ وَاِذَا رَمَى الْجِمَارَ لَا يَدْرِىْ اَحَدٌ مَا لَهٗ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاِذَا قَضٰى آخِرَ طَوَافٍ م بِالْبَيْتِ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ

”جب حاجی اپنے گھر سے جاتا ہے تو اس کی سواری کے اُٹھنے والے ہر قدم کے بدلے اسے ایک نیکی ملتی ہے، اس کا ایک گناہ ختم ہوتا ہے۔ جب وہ

میدانِ عرفات میں قیام کرتا ہے، اللہ عزوجل آسمانِ دنیا پر نازل ہو جاتا ہے
اور فرماتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو وہ شکستہ حال اور غبار آلود ہیں۔
گواہ ہو جاؤ میں نے ان کے تمام گناہ معاف کر دیے خواہ وہ بارش کے
قطروں اور ٹیلے کے ذروں کے برابر بھی ہوں۔ پھر جب وہ جمرات کو کنکریاں
لگاتا ہے نامعلوم اسے کتنا ثواب ملتا ہے، اس کے ثواب کا مرنے کے بعد
قیامت کے دن ہی پتہ چلے گا۔ جب وہ بیت اللہ کا آخری طواف کر لیتا ہے
تو اپنے گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ پیدائش کے دن تھا۔"

اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حاجی کا ایک ایک عمل ایسا ہے جو اسے پاک کرتا چلا جاتا ہے۔ ایک کے بعد ایک عمل ایسا ہے جس کی وجہ سے مزید پاکیزگی نصیب ہوتی ہے۔

ہر عمل کے لیے ترغیب ہے۔
ہر عمل رب سے قریب کرنے والا ہے۔
دنیا میں انسان کی سب سے بڑی ضرورت کیا ہے؟
رب راضی ہو جائے۔
اور رب تب راضی ہوتا ہے
جب انسان کا دل پاک ہو جائے۔
جب انسان کے اعمال پاک ہو جائیں۔
حج پاک کرتا ہے۔
حج دھو ڈالتا ہے۔
حج انسانوں کو اندر تک سے چمکا دیتا ہے۔

لبیک اللّٰھم لبیک

اُس چمک کے لیے ہم سب کو مل کر کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا ہے کہ وہ ہمیں ایسا حج نصیب فرمائے، بار بار نصیب فرمائے جو ہمارے گناہوں سے ہمیں پاک کرنے کا سبب بن جائے اور ہمیں اس مقام پر لا کر کھڑا کر دے جہاں رب ہم سے راضی ہو جائے۔(آمین)

مناسکِ حج

حج کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے گھر جانے کا ارادہ کرنا، زیارت کا ارادہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق رکھنے والوں کے لیے ایک اطمینان بخش پیغام۔

ایک ایسا موقع فراہم کر دینا

جس کی وجہ سے ایک انسان اپنے ماضی کی غلطیوں

اور گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

یہ پاکی کا ایک پیغام ہے۔

وہ پاکیزگی جو دل کے اندر آتی ہے۔

اسی پاکیزگی کے اثرات ماحول پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

جو شخص حج کرنے کی نیت کر لیتا ہے وہ اس کے لیے زادِ راہ فراہم کرتا ہے۔ جو کچھ حج کے لیے خرچ کریں وہ کس category میں جاتا ہے؟ آیا وہ خرچ ہمارے کام آتا ہے؟ وہ خرچ کرنا جو زیارت کے لیے ہے، جو رب کا ارادہ کرنے کے لیے ہے، اس کا ثواب کتنا ہے؟

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلنَّفَقَةُ فِی الْحَجِّ كَالنَّفَقَةِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ

[احمد، البیھقی، طبرانی]

”حج کے لیے خرچ کرنے کا ثواب فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے سات سو گنا زیادہ ہے“۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلنَّفَقَةُ فِی الْحَجِّ كَالنَّفَقَةِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الدِّرْهَمُ بِسَبْعِ مِائَةٍ [طبرانی]

”حج کے لیے ایک درہم خرچ کرنے کا ثواب فی سبیل اللہ سات سو درہم خرچ کرنے کے برابر ہے“۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عمرے کے متعلق فرمایا:

اِنَّ لَکِ مِنَ الْاَجْرِ عَلٰی قَدْرِ نَصَبِکِ وَنَفَقَتِکِ [حاکم]

”تجھے تیری تھکن اور خرچ کے مطابق ثواب ملے گا“۔

حج ہو یا عمرہ، تکلیف، مسافت کی تھکن اور خرچ کرنے کا احساس انسان پر طاری ہو سکتا ہے۔ خوبصورت ترغیب دلائی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جتنا تھکو گے اتنا اجر ہے، جتنا خرچ کرو گے اتنا اجر ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنْ سَاَلُوْا اُعْطُوْا وَاِنْ دَعَوْا
اُجِيْبُوْا وَاِنْ اَنْفَقُوْا اُخْلِفَ لَهُمْ وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِی الْقَاسِمِ بِيَدِهٖ مَا
كَبَّرَ مُكَبِّرٌ عَلٰى نَشَزٍ وَّلَا اَهَلَّ مُهِلٌّ عَلٰى شَرَفٍ مِّنَ الْاَشْرَافِ اِلَّا
اُهِلَّ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَكَبَّرَ حَتّٰى يَنْقَطِعَ مِنْهُ مُنْقَطَعَ التُّرَابِ (بیہقی)

"حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں،
جو مانگتے ہیں انھیں دیا جاتا ہے، جو دعا کرتے ہیں قبول کی جاتی ہے، جو وہ
خرچ کرتے ہیں اس کا نعم البدل انھیں دیا جاتا ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم
جس کے ہاتھ میں ابوالقاسم (حضرت محمد ﷺ) کی جان ہے! جس ٹیلے
سے کوئی شخص اللہ اکبر کہتا ہے یا کسی چوٹی سے لبیک کہنے والا لبیک کہتا ہے اس
کے سامنے زمین کے آخری حصے تک موجود ہر چیز تکبیر اور تلبیہ کہتی ہے"۔

ایک بار کہو اور پوری زمین شامل ہو جائے اور ایک انسان کے لیے کتنی خوش بختی،
کتنی سعادت والی بات ہے، ایک بار کہنے والا کتنی بار اجر پائے! پوری زمین انسان کی ہم
آواز بن جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا خَرَجَ الْحَاجُّ حَاجًّا بِنَفَقَةٍ طَيِّبَةٍ وَّوَضَعَ رِجْلَهٗ فِی الْغَرْزِ
فَنَادٰى: لَبَّيْكَ، نَادَاهُ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ
زَادُكَ حَلَالٌ وَّرَاحِلَتُكَ حَلَالٌ وَّحَجُّكَ مَبْرُوْرٌ غَيْرُ مَاْزُوْرٍ
وَاِذَا خَرَجَ بِالنَّفَقَةِ الْخَبِيْثَةِ فَوَضَعَ رِجْلَهٗ فِی الْغَرْزِ فَنَادٰى: لَبَّيْكَ

اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، نَادَاهُ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ لَا لَبَّيْكَ وَلَا سَعْدَيْكَ زَادُكَ حَرَامٌ وَّنَفَقَتُكَ حَرَامٌ وَّحَجُّكَ مَأْزُوْرٌ غَيْرُ مَبْرُوْرٍ (طبرانی)

"جب کوئی حلال کی کمائی خرچ کرکے حج کے لیے جاتا ہے اور سواری پر اپنا پاؤں رکھتے ہوئے لبیک کہتا ہے، آسمان سے آواز آتی ہے لبیک وسعدیک، تیرا کھانا پینا حلال ہے، تیری سواری حلال ہے، تیرا حج مبرور ہے، گناہ سے پاک صاف ہے اور جب کوئی شخص حرام کمائی کے ذریعے جاتا ہے، اپنا پاؤں سواری پر رکھتے ہوئے لبیک اللّٰھم لبیک کہتا ہے، آسمان سے آواز آتی ہے نہ لبیک نہ سعدیک، تیرا کھانا پینا حرام، تیرا خرچ حرام اور حج سراسر گناہ ہے، مبرور نہیں ہے۔"

اس حدیث کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک انسان اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہے اور اللہ تعالیٰ کے گھر جانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے حرام رزق لگا کر اللہ تعالیٰ کے گھر پہنچے تو اس حرام رزق کی وجہ سے حج قبول نہیں کیا جاتا۔ ایک انسان اگر یہ سوچتا ہے کہ حج کے لیے میں پاک کمائی لگا لوں اور باقی زندگی کے لیے وہی اعمال جاری رکھوں، کیسے ممکن ہے کہ اس دوغلے پن کے ساتھ اسے معاف کر دیا جائے! اس لیے کہ ایک انسان جو خوراک کھاتا ہے جس سے جسم پروان چڑھتا ہے، اگر وہ حرام مال سے پرورش پانے والا جسم لے کر رب کے پاس پہنچتا ہے، ایسے انسان کی دُعائیں رب کہاں سے قبول کرے! اس لیے توجہ طلب چیز ہے رزق، ذریعۂ آمدنی [Source of Income]، جہاں سے کماتے ہیں کیا وہ کمائی کا ذریعہ رب کی نظر میں حلال ہے؟

کیا واقعی اس کمائی کے ساتھ انسان اللہ تعالیٰ کا ارادہ کر سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنے کا حق رکھتا ہے؟

یقیناً یہ ایک سوالیہ نشان ہے، یہ ایک سوال ہے جو اپنے آپ سے کرنے کی ضرورت ہے۔
حج پر جانے والے بار بار ایک پکار، ایک صدا جو دل کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے بار بار وہی صدا لگاتے ہیں:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ

"حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں۔"

اس پکار کو، اس اظہار کو تلبیہ کہتے ہیں۔ تلبیہ کے کہنے کا کیا ثواب ہے؟
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُلَبٍّ يُلَبِّي اِلَّا لَبَّى مَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ مِنْ حَجَرٍ اَوْ شَجَرٍ اَوْ مَدَرٍ حَتّٰى تَنْقَطِعَ الْاَرْضُ مِنْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ

[ترمذی، ابن خزیمہ، حاکم]

"جب کوئی شخص تلبیہ کہتا ہے اس کے دائیں اور بائیں پوری روئے زمین کے پتھر، درخت اور ہر عمارت تلبیہ کہتی ہے"۔

شروع کرنے والے کا جو اجر و ثواب ہے اس کے ساتھ شامل ہونے والے، سب کے اجر و ثواب کا انسان حقدار قرار پاتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُحْرِمٍ يَضْحٰى يَوْمَهٗ يُلَبِّي حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ اِلَّا غَابَتْ

بِذُنُوبِهِ فَعَادَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ [احمد، ابن ماجہ]

"اگر کوئی احرام پہننے والا چاشت کے وقت سے لے کر غروب آفتاب تک لبیک کہتا ہے تو سورج کے غروب ہوتے ہی اس کے گناہ غائب ہو جاتے ہیں اور وہ ایسے ہو جاتا ہے جیسے اپنی پیدائش کے دن تھا"۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جَاءَنِي جِبْرِيلُ فَقَالَ: مُرْ أَصْحَابَكَ فَلْيَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّلْبِيَةِ فَإِنَّهَا مِنْ شِعَارِ الْحَجِّ [ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم]

"میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہو وہ تلبیہ اونچی آواز سے کہیں کیونکہ یہ حج کی خاص علامت ہے"۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا رَاحَ مُسْلِمٌ فِي سَبِيلِ اللهِ مُجَاهِدًا أَوْ حَاجًّا مُهِلًّا أَوْ مُلَبِّيًا إِلَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ بِذُنُوبِهِ وَخَرَجَ مِنْهَا [طبرانی]

"جو مسلمان جہاد کے لیے جاتا ہے یا حج کا احرام باندھ کر لبیک کہتے ہوئے جاتا ہے سورج اس کے گناہوں کو غروب کر دیتا ہے اور وہ ان سے نکل جاتا ہے"۔

بہت بڑی خوش خبری ہے اس روایت میں لیکن یہ بات ذہن میں رکھیے گا کہ حلال کمائی کے ساتھ ہی سورج گناہوں کو غروب کر سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا اَھَلَّ مُھِلٌّ قَطُّ اِلَّا بُشِّرَ

"جب بھی کوئی شخص احرام باندھ کر بلند آواز سے تلبیہ کہتا ہے اسے خوشخبری سنا دی جاتی ہے"۔

عرض کیا گیا: "یارسول اللہ ﷺ! جنت کی خوشخبری؟"۔

فرمایا: "ہاں، جنت کی خوش خبری۔" [طبرانی]

تلبیہ کہنے والے کے لیے یہ Good News ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے کہ اس کے لیے جنت کی بشارت ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا:

"کون سا عمل افضل ہے؟"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ

"تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کرنا اور قربانی کرنا"۔ [ابن ماجہ، ترمذی]

جیسے تلبیہ کہنا حج کی نشانی ہے، ایسے ہی حج کی کچھ اور نشانیاں، کچھ اور مناسک ہیں یعنی بیت اللہ کا حج کرنا، حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کو ہاتھ لگانا۔ یقیناً یہ ایسے امور ہیں جن پر ثواب کی بشارت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اَلطَّوَافُ حَوْلَ الْبَیْتِ صَلَاۃٌ اِلَّا اَنَّکُمْ تَتَکَلَّمُوْنَ فِیْهِ فَمَنْ تَکَلَّمَ فِیْهِ فَلَا یَتَکَلَّمْ اِلَّا بِخَیْرٍ [الترمذی، ابن حبان]

لبیک اللھم لبیک

”بیت اللہ کا طواف بھی نماز ہے البتہ تم اس دوران بات کر سکتے ہو اور جو شخص بات کرنا چاہے اچھی بات کرے“۔

بیت اللہ کا طواف کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بات چیت کرنا ہے اور صلوٰۃ کیا ہے؟ رب سے گفتگو کرنا، رب سے مناجات کرنا اور طواف میں انسان نماز سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس میں اجازت ہے، آپس میں بات چیت ہو سکتی ہے لیکن جب توجہ رب کی طرف ہو جاتی ہے تو انسان کسی سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ یہ کیفیت ہے جو شعوری طور پر انسان کے اوپر طاری ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبید اللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے اپنے باپ سے سنا اور اپنے باپ سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے: کیا وجہ ہے کہ آپ صرف حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کو ہی ہاتھ لگاتے ہیں؟ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں صرف اس وجہ سے کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اِنَّ اسْتِلَامَهُمَا يَحُطُّ الْخَطَايَا

”ان دونوں کو ہاتھ لگانے سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں“۔

کہنے لگے کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

مَنْ طَافَ أُسْبُوْعًا يُحْصِيهِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَ كَعِدْلِ رَقَبَةٍ

”جو شخص گن کر سات چکر لگاتا ہے اور دو رکعت نماز پڑھتا ہے اسے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے“۔

مزید کہنے لگے کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

مَا رَفَعَ رَجُلٌ قَدَمًا وَلَا وَضَعَهَا اِلَّا كُتِبَ لَهٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَّحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَّرُفِعَ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ

”جو قدم اٹھاتا ہے یا رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور ایک نیکی لکھ دیتا ہے“ ۔(ابن خزیمہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ (ابن ماجہ، ابن خزیمہ)

”جو شخص بیت اللہ کا طواف کرے اور دو رکعت ادا کرے گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا“۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

يُنَزِّلُ اللّٰهُ كُلَّ يَوْمٍ عَلٰى حُجَّاجِ بَيْتِهِ الْحَرَامِ عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ رَحْمَةٍ سِتِّيْنَ لِلطَّائِفِيْنَ وَاَرْبَعِيْنَ لِلْمُصَلِّيْنَ وَعِشْرِيْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ (بیہقی)

”اللہ تعالیٰ ہر روز اپنے گھر کا حج کرنے والوں پر ایک سو بیس رحمتیں نازل کرتا ہے، ساٹھ طواف کرنے والوں کے لیے، چالیس نمازیوں کے لیے اور بیس دیکھنے والوں کے لیے“۔

حضرت حمید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن ہشام رحمہ اللہ کو حضرت عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ

سے طواف کی حالت میں رکنِ یمانی کے متعلق پوچھتے ہوئے سنا۔ عطاء رحمہ اللہ کہنے لگے کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وُكِّلَ بِهِ سَبْعُوْنَ مَلَكًا فَمَنْ قَالَ : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالُوْا : اٰمِيْنَ

"اس پر ستر فرشتے متعین ہیں جو شخص یہ دعا کرتا ہے: "اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت کی معافی اور صحت کا سوال کرتا ہوں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی نعمتیں عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت عطا فرمایئے اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھئے تو وہ فرشتے اس کے حق میں آمین کہتے ہیں"۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے کہا مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ فَاوَضَهٗ فَاِنَّمَا يُفَاوِضُ يَدَ الرَّحْمٰنِ

"جو شخص اسے ہاتھ لگاتا ہے وہ رحمان کے ہاتھ کو ہاتھ لگاتا ہے۔" [ابن ماجہ]

ایک انسان کے لیے یہ کتنا بڑا اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ایک مادی سبب پیدا کر رہے ہیں کہ اگر اسے ہاتھ لگاؤ گے تو گویا مجھے ہاتھ لگاؤ گے۔ اسی وجہ سے ہر حج پہ جانے والا یہ کوشش کرتا ہے، ہاتھ سے چھولوں، کسی طرح سے موقع مل جائے بوسہ لینے کا لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے آسانی رکھی ہے کہ اگر بوسہ نہ لے سکیں، چھو نہ سکیں تو حجرِ اسود کی طرف رخ کر کے اشارہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ نے کہا کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَّلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ وَلَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ مُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَّكُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَّرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَّمَنْ طَافَ فَتَكَلَّمَ وَهُوَ فِي تِلْكَ الْحَالِ خَاضَ فِي الرَّحْمَةِ بِرِجْلَيْهِ كَخَائِضِ الْمَاءِ بِرِجْلَيْهِ (ابن ماجہ)

”جو شخص بیت اللہ کے سات چکر لگاتا ہے اور اس ذکر کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتا: 'پاک ہے اللہ تعالیٰ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے' اس کے دس گناہ مٹ جاتے ہیں، دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور دس درجے بلند ہو جاتے ہیں اور جو شخص طواف کر رہا ہو اور اس حالت میں بات کرے وہ رحمت میں ایسے چلا جاتا ہے جیسے کوئی شخص پانی میں اپنے پاؤں ڈال دے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک صحابی رضی اللہ عنہ بارش کے دوران طواف کر رہے تھے، جب دونوں نے طواف کر لیا اور مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر پہنچ کر دو رکعت ادا کیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: دوبارہ شروع کرو، تمہیں بخش دیا گیا ہے اور کہنے لگے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارش میں طواف کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہی ارشاد فرمایا۔“ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرِ اسود کے

متعلق فرمایا:

وَاللهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ عَلَى مَنِ اسْتَلَمَهُ بِحَقٍّ [ترمذی، ابن خزیمہ، ابن حبان]

''اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے دو آنکھیں دے گا جن سے یہ دیکھے گا، ایک زبان دے گا جس سے بول کر اس شخص کے متعلق گواہی دے گا جس نے اسے برحق سمجھ کر ہاتھ لگایا ہوگا''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ يَاقُوْتَةٌ بَيْضَاءُ مِنْ يَوَاقِيْتِ الْجَنَّةِ وَاِنَّمَا سَوَّدَتْهُ خَطَايَا الْمُشْرِكِيْنَ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِثْلَ اُحُدٍ يَشْهَدُ لِمَنِ اسْتَلَمَهُ وَقَبَّلَهُ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا [ابن خزیمہ]

''حجرِ اسود جنت کے پتھروں میں سے ایک سفید پتھر تھا، مشرکوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے۔ قیامت کے روز جب اسے بھیجا جائے گا، یہ اُحد کے برابر ہوگا۔ دُنیا میں جس نے اسے ہاتھ لگایا ہوگا اور بوسہ دیا ہوگا یہ اس کے حق میں گواہی دے گا۔''

جیسے حج کے باقی مناسک ہیں، حج کرنے کے لیے انسان بیت اللہ میں حاضری دیتا ہے۔ بیت اللہ میں حاضری حج کے علاوہ بھی ہوتی ہے۔ کیا بیت اللہ میں داخل ہونے والے کو ثواب ملتا ہے؟ یہ ثواب کس نوعیت کا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ دَخَلَ الْبَيْتَ دَخَلَ فِي حَسَنَةٍ وَخَرَجَ مِنْ سَيِّئَةٍ مَغْفُوْرًا لَهُ (ابن خزیمہ)

"جو شخص بیت اللہ میں داخل ہو گیا وہ نیکی میں داخل ہو گیا اور برائی سے پاک کر کے اسے نکال دیا گیا۔"

حج کرنے والے میدانِ عرفات پہنچتے ہیں۔ میدانِ عرفات جانا، اس میں وقوف کرنا کافی مشقت کا کام ہے۔ میدانِ عرفات میں مسجدِ نمرہ سے واپسی پر وقوف حج کا لازمی حصہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَجُّ عَرَفَةُ (نسائی)

"حج تو عرفات جانے کا نام ہے۔"

عرفات جانے والے کا ثواب کتنا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجدِ منیٰ میں نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ انصار کا ایک آدمی آیا اور ایک ثقیف کا۔ دونوں نے سلام کیا پھر کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ سے کچھ پوچھنے آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ چیز خود سے بتا دیتا ہوں کہ تم کیا پوچھنے آئے ہو یا پھر میں رک جاتا ہوں آپ ہی پوچھ لو۔" دونوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں بتا دیں۔ ثقفی انصاری سے کہنے لگا: تم پہلے پوچھ لو۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ پہلے مجھے بتائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "تو مجھ سے یہ پوچھنے آیا ہے کہ گھر سے نکل کر بیت اللہ جانے کا کیا ثواب ہے؟ طواف کے بعد دو رکعت کا کیا ثواب ہے؟ سعی بین الصفا والمروہ کا کیا ثواب ہے؟ قربانی کرنے کا اور آخری طواف کا کیا ثواب ہے؟"

اس نے عرض کیا: ”مجھے اس ہستی کی قسم ہے جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں یقیناً اسی کے متعلق پوچھنے کے لیے آیا ہوں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا:

فَإِنَّكَ إِذَا خَرَجْتَ مِنْ بَيْتِكَ تَؤُمُّ الْبَيْتَ الْحَرَامَ لَا تَضَعُ نَاقَتُكَ خُفًّا وَلَا تَرْفَعُهُ إِلَّا كُتِبَ لَكَ بِهِ حَسَنَةٌ وَمُحِيَ عَنْكَ خَطِيئَةٌ وَأَمَّا رَكْعَتَاكَ بَعْدَ الطَّوَافِ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ مِنْ بَنِي إِسْمَاعِيلَ وَأَمَّا طَوَافُكَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ كَعِتْقِ سَبْعِينَ رَقَبَةً وَأَمَّا وُقُوفُكَ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ يَهْبِطُ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ يَقُولُ: عِبَادِي جَاءُونِي شُعْثًا مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ يَرْجُونَ جَنَّتِي فَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُكُمْ كَعَدَدِ الرَّمْلِ أَوْ كَقَطْرِ الْمَطَرِ أَوْ كَزَبَدِ الْبَحْرِ لَغَفَرْتُهَا أَفِيضُوا مَغْفُورًا لَكُمْ وَلِمَنْ شَفَعْتُمْ لَهُ وَأَمَّا رَمْيُكَ الْجِمَارَ فَلَكَ بِكُلِّ حَصَاةٍ رَمَيْتَهَا تَكْفِيرُ كَبِيرَةٍ مِنَ الْمُوبِقَاتِ وَأَمَّا نَحْرُكَ فَمَدْخُورٌ لَكَ عِنْدَ رَبِّكَ وَأَمَّا حِلَاقُكَ رَأْسَكَ فَلَكَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَلَقْتَهَا حَسَنَةٌ وَتُمْحَى عَنْكَ بِهَا خَطِيئَةٌ وَأَمَّا طَوَافُكَ بِالْبَيْتِ بَعْدَ ذَلِكَ فَإِنَّكَ تَطُوفُ وَلَا ذَنْبَ لَكَ يَأْتِي مَلَكٌ حَتَّى يَضَعَ يَدَيْهِ بَيْنَ كَتِفَيْكَ فَيَقُولُ: اِعْمَلْ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ فَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا مَضَى [طبرانی، ابن حبان]

”جب تو اپنے گھر سے بیت اللہ شریف کے لیے جائے تو تیری اونٹنی کے اٹھنے والے اور نیچے لگنے والے ہر قدم کے بدلے تجھے ایک نیکی ملے گی، ایک گناہ معاف ہوگا۔ طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا ایسے ہے جیسے اولادِ اسماعیل علیہ السلام

میں سے ایک غلام آزاد کرنا۔صفا اور مروہ کی سعی ستر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔یومِ عرفہ کو پچھلے پہر وقوف کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر اتر آتا ہے اور فرشتوں کے سامنے فخر کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔فرماتا ہے: میرے بندے جنت کی اُمید لگا کر پراگندہ حالت میں دور دراز کے مقامات سے میرے پاس آئے ہیں۔اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں کے برابر یا بارش کے قطروں یا سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہیں تو تمہیں بخش دیا گیا،واپس چلے جاؤ، تمہیں بخش دیا گیا،جن کی تم نے سفارش کی ہے انہیں بھی معاف کر دیا گیا۔ رہا رمی جمار،کنکریاں پھینکنے کا ثواب تو تیری طرف سے پھینکی جانے والی ہر کنکری کے بدلے ہلاک کر دینے والے کبیرہ گناہ کا کفارہ ہے اور تیری قربانی اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔سر منڈوانے پر ہر بال کے عوض تجھے ایک نیکی ملے گی اور ایک گناہ معاف ہو گا۔جہاں تک اس کے بعد بیت اللہ کے طواف کا تعلق ہے تو یہ طواف تو اس حالت میں کرے گا کہ تیرا ایک گناہ نہیں رہے گا، ایک فرشتہ آئے گا اور اپنے ہاتھ تیرے کندھوں کے درمیان رکھ کر کہے گا: آیندہ جو چاہتا ہے کر تیرے پچھلے گناہ معاف ہو چکے“۔

اس حدیث سے ہمیں بہت سی خوشخبریاں ملتی ہیں۔ایک ایک عمل کے لیے انسان کو کیسے تیار کیا گیا! کیسے انسان سر منڈوانے،کنکریاں مارنے،وقوف کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ ہر عمل کا ثواب،ہر عمل پر خوشخبری بہت بڑی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُبَاھِیْ بِاَھْلِ عَرَفَاتٍ اَھْلَ السَّمَآءِ فَیَقُوْلُ لَھُمْ: اُنْظُرُوْا اِلٰی عِبَادِیْ جَآءُوْنِیْ شُعْثًا غُبْرًا (احمد، ابن حبان، حاکم)

”اللہ تعالیٰ عرفات والوں کا آسمانی مخلوق کے سامنے فخریہ طور پر ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میرے بندوں کو دیکھو میرے پاس پراگندہ حالت میں غبار آلود ہو کر آئے ہیں۔“

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ یَوْمٍ اَکْثَرَ مِنْ اَنْ یُّعْتِقَ اللّٰہُ فِیْہِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَۃَ وَاِنَّہٗ لَیَدْنُوْا یَتَجَلّٰی ثُمَّ یُبَاھِیْ بِھِمُ الْمَلَآئِکَۃَ فَیَقُوْلُ: مَا اَرَادَ ھٰٓؤُلَآءِ؟ (مسلم)

”یومِ عرفہ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کسی دن اپنے بندوں کو دوزخ سے آزاد نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ قریب ہو کر جلوہ افروز ہوتا ہے پھر اپنے فرشتوں کے سامنے فخر کے ساتھ بیان کرتا ہے: یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لَوْ یَعْلَمُ اَھْلُ الْجَمْعِ بِمَنْ حَلُّوْا لَاسْتَبْشَرُوْا بِالْفَضْلِ بَعْدَ الْمَغْفِرَۃِ (طبرانی)

”اگر اہلِ مزدلفہ کو معلوم ہو جائے تو وہ بخشش کے بعد مزید عنایت کی اُمید سے شاداں و فرحاں ہوں گے۔“

عبداللہ بن کنانہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کے لیے عرفہ کی شام میں دُعا فرمائی۔ اس کا جواب دیا گیا کہ "میں نے انہیں معاف کر دیا البتہ ظالم سے مظلوم کو ضرور بدلہ دلواؤں گا۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اے میرے پروردگار! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دے دے اور ظالم کو معاف کر دے۔" عرفہ کی شام کو اس کا کوئی جواب نہ ملا، جب مزدلفہ میں صبح کا وقت آیا تو آپ ﷺ کی اس دعا کو بھی قبول کر لیا گیا۔

آپ ﷺ کے بارے میں راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ مسکرائے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ آپ ﷺ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں اس وقت آپ ﷺ ہنسا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہنستا مسکراتا رکھے! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس کو جب یہ پتہ چلا کہ میری دُعا قبول ہو گئی اور میری اُمت کو بخش دیا گیا ہے تو اس نے مٹی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنا شروع کر دی اور ہلاکت اور بربادی کی دُعا کرنے لگا۔ اس کی آہ و زاری دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔" [ابن ماجہ]

یومِ عرفات حج کے دنوں میں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل دن ہے۔ عرفہ کے دن جو اپنی آنکھ کو برائی سے محفوظ رکھے اس کا بڑا ثواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک شخص عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا اور اس نے نوجوان عورتوں کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِبْنَ اَخِیْ اِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ مَنْ مَلَکَ فِیْہِ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ وَلِسَانَہٗ غُفِرَلَہٗ

[احمد]

"بیشک! یہ ایک ایسا دن ہے جس میں کان اور آنکھ پر قابو پانے والے شخص کو بخش دیا جاتا ہے"۔

حج کے مناسک میں ایک اہم منسک جمرات کو کنکریاں مارنا ہے۔ جمرات کو کنکریاں مارتے ہوئے بہت سے لوگ اپنی عجلت اور رش میں پھنس جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوجاتے ہیں۔ جمرات میں جانے اور وہاں جاکر کنکریاں مارنے کا کیا ثواب ہے؟
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ عرفات کو دیکھ کر فرماتا ہے:

عِبَادِیْ جَاؤُوْنِیْ شُعْثًا غُبْرًا مِّنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ فَیُبَاهِیْ بِهِمُ الْمَلَآئِکَةَ فَلَوْ کَانَ عَلَیْکَ مِنَ الذُّنُوْبِ مِثْلَ رَمْلِ عَالِجٍ وَّنُجُوْمِ السَّمَآءِ وَقَطْرِ الْبَحْرِ وَالْمَطَرِ غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ وَاَمَّا رَمْیُکَ الْجِمَارَ فَاِنَّهٗ مَدْخُوْرٌ لَکَ عِنْدَ رَبِّکَ اَحْوَجَ مَا تَکُوْنُ اِلَیْهِ وَاَمَّا حَلْقُکَ رَاْسَکَ فَاِنَّ لَکَ بِکُلِّ شَعْرَةٍ تَقَعُ مِنْکَ نُوْرًا یَّوْمَ الْقِیَامَةِ اَمَّا طَوَافُکَ بِالْبَیْتِ فَاِنَّکَ تَصْدُرُ وَاَنْتَ مِنْ ذُنُوْبِکَ کَهَیْئَةِ یَوْمٍ وَّلَدَتْکَ اُمُّکَ (بیہقی)

"میرے بندے میرے پاس پراگندی حالت میں غبار آلود ہوکر ہر تنگ وتاریک راستے سے آئے ہیں۔ پھر وہ اس کا تذکرہ فرشتوں کے سامنے کرتا ہے۔
میرے بندے! اگر تیرے گناہ میرے سامنے تہ بہ تہ ٹیلے کی ریت کے ذرات، آسمان کے ستاروں، سمندر اور بارش کے قطروں کے برابر بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ تجھے معاف کردے گا۔ جمرات کو کنکریاں مارنے کا تیرا ثواب اللہ تعالیٰ کے

پاس اس وقت تک کے لیے محفوظ رہے گا جب تجھے اس کی بہت ضرورت ہوگی۔
تیرے سر منڈوانے کا ثواب یہ ہے کہ تیرا ہر بال قیامت کے دن نور ہوگا۔
بیت اللہ کا الوداعی طواف کرنے کا ثواب یہ ہے کہ جب تو اس سے فارغ ہوگا تو گناہوں سے ایسے پاک ہوجائے گا جیسے تو اپنی پیدائش کے دن میں تھا“۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَمَّا اَتَى اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللهِ الْمَنَاسِكَ عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ عِنْدَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ حَتّٰى سَاخَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ عَرَضَ لَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الثَّانِيَةِ فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ حَتّٰى سَاخَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ عَرَضَ لَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الثَّالِثَةِ فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ وَّمِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ تَتَّبِعُوْنَ (ابن خزیمہ، حاکم)

”جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ارکان حج کی ادائیگی کے لیے تشریف لائے تو آخری جمرے کے پاس شیطان ان کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں ماریں حتیٰ کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر دوسرے جمرے کے پاس ان کے سامنے آیا۔ آپ علیہ السلام نے پھر اسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر تیسرے جمرے کے پاس ان کے سامنے آگیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے پھر سات کنکریاں ماریں اور آپ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین کے پیروکار ہی تو ہو“۔

حج کے مناسک میں سے ایک منسک سر منڈوانا، حلق یا قصر کرنا ہے۔ کیا سر منڈوانے پر

بھی انسان کو ثواب ہوتا ہے؟

حضرت امّ حصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر فرماتے ہوئے سنا، انہوں نے سر منڈوانے والوں کے لیے تین دفعہ دعا فرمائی اور بال کٹوانے والوں کے لیے ایک دفعہ۔ مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یا اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بال کٹوانے والوں کے لیے بھی دعا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یا اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر کہا تو آپ ﷺ نے پھر سر منڈوانے والوں کے لیے دعا کی۔ آخر میں بال کٹوانے والوں کے لیے بھی دعا کی۔" بخاری و مسلم

اپنے سر کے بال اتروا دینا یہ آسان کام نہیں ہے۔ انسان اپنے بالوں کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسرے انسانوں کے دیکھنے کے قابل بناتا ہے۔ بال اتروانا کتنا مشکل کام ہے! میرا بیٹا جب ایک سال کا تھا اس کے سر کے بال اتروانے تھے اور کسی بھی طرح سے وہ راضی نہیں ہو رہا تھا۔ میرا بھائی جب اسے بال منڈوانے کے لیے لے کر گیا تو خصوصی طور پر اس نے شیشے کے سامنے شیٹ ڈلوا دی۔ جب بال اتر گئے، گھر آیا، سب سے پہلے شیشے پر نظر پڑی اور وہ وہیں نیچے بیٹھ گیا۔ اس قدر دکھ اور تکلیف اس کے چہرے سے نمایاں تھی۔ واقعی وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کے لیے انسان اپنے سر کے بال تک منڈوا دیتا ہے۔ ہر وہ کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے جو عام طور پر کرنا آسان نہیں ہوتا۔ جو انسان اپنے رب کے لیے گھر بار چھوڑ دیتا ہے، جو مشکلات میں رہنا پسند کر لیتا ہے، اس کے لیے بال منڈوا لینا بھی مشکل نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے توسط سے دعا کروائی کہ

اللہ تعالیٰ ایسے فرد کو معاف کر دے جو اپنے سر کے بال منڈواتا یا کٹواتا ہے۔

حج کے مناسک میں سے ایک اہم منسک قربانی ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد میں ہے۔ ایک نبی نے جب اپنا بیٹا قربان کرنا چاہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایک مینڈھے کے عوض حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چھڑوا لیا تھا۔ آج ہم انہی کی یاد میں قربانیاں کرتے ہیں۔ کیا اس قربانی کے کرنے پر ہمیں ثواب ملتا ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهُ لَتَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

”کسی آدمی نے قربانی کے روز کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کو قربانی سے زیادہ پسند ہو۔ قربانی قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گی، یہ خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک عالی مقام پر گرتا ہے لہٰذا اسے بہا کر دلوں کی تسلی کر لو“۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ! قُوْمِيْ فَاشْهَدِيْ اُضْحِيَتَكِ فَاِنَّ لَكِ بِاَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقَعُ مِنْ دَمِهَا مَغْفِرَةً لِكُلِّ ذَنْبٍ اَمَا اِنَّهُ يُجَاءُ بِلَحْمِهَا وَدَمِهَا فَيُوْضَعُ فِيْ مِيْزَانِكِ سَبْعِيْنَ ضِعْفًا

"اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! کھڑی ہو جاؤ، اپنی قربانی کے پاس چلی جاؤ۔ اس کے گرنے والے خون کے پہلے قطرے کے ذریعے آپ کو ہر گناہ سے بخشش مل جائے گی۔ اس کے خون اور گوشت کو لایا جائے گا اور ستر گنا کر کے تیرے ترازو میں رکھ دیا جائے گا"۔

یہ سن کر ابو سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ آل محمد ﷺ کے ساتھ خاص ہے؟ وہ اس نیکی کے ساتھ مخصوص ہونے کے لائق ہیں یا یہ کہ آل محمد ﷺ کے ساتھ خاص اور مسلمانوں کے لیے عام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ آل محمد ﷺ کے لیے بالخصوص ہے اور باقی مسلمانوں کے لیے بالعموم"۔ (اصبہانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَحُّوا وَاحْتَسِبُوا بِدِمَائِهَا فَإِنَّ الدَّمَ وَإِنْ وَقَعَ فِي الْأَرْضِ فَإِنَّهُ يَقَعُ فِي حِرْزِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ (طبرانی)

"اے لوگو! قربانی کرو اور اس کے خون سے ثواب کی نیت کر لو کیونکہ وہ زمین پر گرتے ہی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں چلا جاتا ہے"۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا أُنْفِقَتِ الْوَرِقُ فِي شَيْءٍ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ نَحْرٍ يُنْحَرُ يَوْمَ عِيدٍ (طبرانی)

"آج تک عید کے دن کی جانے والی قربانی سے اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی بہتر چیز پر روپیہ خرچ نہیں ہوا"۔

قربانی قرب کا ذریعہ بنتی ہے۔اسی سے انسان یہ سبق سیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر کیسے اپنا سب کچھ قربان کر دینا ہے،مال، صلاحیتیں،قوتیں، وقت، جو کچھ بھی رب کی طرف سے میسر ہو اور ضرورت پڑنے پر جان بھی۔جانور کو قربان کر کے انسان اپنی قربانی کا سبق سیکھتا ہے۔

قربانی کے بارے میں آج لوگوں کے ذہن میں بہت ساری غلط فہمیاں ہیں۔ عام طور پر لوگ ایک دوسرے کو مشورہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اگر قربانیاں کرنے کی بجائے یہی رقم غریب لوگوں کی خدمت کے لیے لگائی جائے تو غربت مٹ جائے۔ یہ ایک وسوسہ ہے،ایک خیال ہے۔جو قربانی نہیں سیکھتا وہ دوسروں کے لیے اپنے مال کو کیسے قربان کر سکتا ہے؟ قربانی ہی سے تو انسان قربانیوں کا سبق لیتا ہے۔ہر عمل کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی حکمت کارفرما ہے۔

قربانی کے بارے میں اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا گوشت ضائع ہو جاتا ہے اور آخر اتنے جانوروں کو ایک ہی وقت میں قربان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ انسانی زندگی پر نظر رکھنے والے افراد اس بات کو سمجھتے ہیں کہ زندگی کو قیمتی بنانے والی کون سی چیز ہے؟ ایک انسان اپنے عزم، اپنے ارادے سے قیمتی بنتا ہے۔جتنا بڑا کوئی ارادہ کرتا ہے، جتنی بڑی کوئی نیت کرتا ہے،اس کا عمل بھی اتنا ہی بڑا Consider ہوتا ہے۔جو انسان قربانی دینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا،اس سے کیسے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ خیر کے دوسرے کام، دوسرے انسانوں کی ضروریات کو اپنی ضرورت پر ترجیح دینے کا کام جاری رکھ سکتا ہے؟ یہ بات محض زبانی طور پر مشوروں کی حد تک تو جاری رہتی ہے لیکن عملی زندگی میں دیکھیں تو جو افراد قربانیوں سے روکتے ہیں وہ کس حد تک دوسروں کی خدمت کرنے میں مصروفِ عمل ہیں؟ یقیناً اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لیے کچھ لوگ ابلیس کا ساتھ دینے کو یوں بھی

تیار ہو جاتے ہیں اور یوں انسانوں کو عزم سے، ثابت قدمی سے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے سے روکنے کا سبب بن جاتے ہیں۔

حج پر جانے والے، عمرہ کرنے والے، بیت اللہ میں داخل ہونے والے افراد، بیت اللہ میں داخل ہوتے ہی زم زم سے سیراب ہونے کی خواہش رکھتے ہیں۔

زم زم کیا ہے؟

یہ وہ پانی ہے جو قربانیوں کی خوشبو لیے ہوئے ہے۔

جو رب اور بندے کے تعلق کا اظہار کرنے والا ہے۔

جو زم زم پیتا ہے وہ دراصل اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ جب رب کے لیے انسان سب کچھ قربان کر دیتا ہے، پھر رب اسے پلاتا ہے، پھر رب اس کا نگہبان بن جاتا ہے۔

کیا اس پانی کے پینے کا بھی کوئی ثواب ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ اِنْ شَرِبْتَهُ تَسْتَشْفِيْ شَفَاكَ اللّٰهُ وَاِنْ شَرِبْتَهُ لِشَبْعِكَ اَشْبَعَكَ اللّٰهُ وَاِنْ شَرِبْتَهُ لِقَطْعِ ظَمَاكَ قَطَعَهُ اللّٰهُ وَاِنْ شَرِبْتَهُ مُسْتَعِيْذًا اَعَاذَكَ اللّٰهُ (حاکم)

”آبِ زم زم جس مقصد کے لیے بھی پیا جائے اسے پورا کرتا ہے۔ اگر شفا حاصل کرنے کے لیے پیو گے تو تمہیں شفا مل جائے گی۔ اگر پیٹ بھرنے کے لیے پیو گے تو تم سیر ہو جاؤ گے۔ اگر پیاس بجھانے کے لیے پیو گے تو پیاس بجھ جائے گی۔ اگر کسی چیز سے پناہ کے حصول کے لیے پیو گے تو اللہ تعالیٰ پناہ دے دے گا“۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ جب آبِ زم زم پیتے تھے تو یہ دعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً مِّنْ کُلِّ دَآءٍ

"اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے مفید علم، فراخ رزق اور ہر بیماری سے شفا کا خواست گار ہوں"۔ [مستدرک حاکم]

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے غلام حسن بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ابنِ مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ چاہِ زم زم کے پاس گئے اور انہوں نے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے ڈول کے ذریعے پانی پیا پھر کہا: اے اللہ تعالیٰ! مجھے عبداللہ بن موئل نے ابوزبیر کے حوالے سے حدیث بیان کی ہے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَآءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ وَاِنِّیْٓ اَشْرَبُهٗ لِعَطَشِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ [مسند]

"آبِ زم زم جس کام کے لیے بھی پیا جائے وہ اسے پورا کرتا ہے اور میں تو اسے قیامت کے دن کی پیاس بجھانے کے لیے پی رہا ہوں"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَیْرُ مَآءٍ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مَآءُ زَمْزَمَ فِیْهِ طَعَامُ الطُّعْمِ وَشِفَآءُ السُّقْمِ [ابن حبان]

"روئے زمین پر سب سے بہتر پانی آبِ زم زم ہے، یہ خوراک بھی ہے اور بیماری کا علاج بھی ہے"۔

حج اور اس کے مناسک کیا درجہ رکھتے ہیں مختصراً ہم نے دیکھا۔ ایک ایک حدیث

ترغیب دلاتی ہے کہ

وہاں پہنچو جہاں رحمتیں برستی ہیں۔

وہاں پہنچو جہاں معافیاں ملتی ہیں۔

وہاں پہنچو جہاں نیکیاں بڑھادی جاتی ہیں۔

وہاں پہنچو جہاں گناہ مٹادیے جاتے ہیں۔

وہاں پہنچو جہاں اعمال کا وزن بڑھادیا جاتا ہے۔

وہاں پہنچو جہاں رب کی قربت ملتی ہے۔

جہاں دل رب رب کرتا ہے۔

جہاں انسان کا احساس اور شعور ایک ہوجاتے ہیں۔

جہاں انسان شعور کے راستے سے اپنے رب کے ساتھ تعلق بناتا ہے۔

اور وہ تعلق دل کی دھڑکن بن جاتا ہے۔

وہ تعلق جس کی وجہ سے دل گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

وہ تعلق جس کی وجہ سے قلب منور ہوجاتا ہے۔

وہ تعلق یقیناً بیت اللہ جانے والوں کا بنتا ہے۔

اس تعلق کے لیے ارادہ کرنا۔

اس تعلق کے لیے پختہ عزم کرنا۔

اس تعلق کے لیے تیاری کرنا۔

اور جا پہنچنا۔

یہ سب اسی کو نصیب ہوسکتا ہے جس پر رب کی رحمتیں ہوجائیں تو آؤ! رحمتوں کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کا مستحق بنادے۔ (آمین)

اور برکت والے دن آتے ہیں۔

سورۃ الفجر میں ارشادِ ربانی ہے:

وَالْفَجْرِ [1] وَلَيَالٍ عَشْرٍ [2] وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ [3]

"قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور طاق کی اور جفت کی"۔

ان دس راتوں سے کیا مراد ہے؟ مفسرین نے اس سے مراد ذوالحجہ کے دس دن لیے ہیں۔

انسان کی فطرت ہے کہ زندگی میں وہ ایسے دنوں کی تلاش میں رہتا ہے

جو اس کی زندگی کا قیمتی اثاثہ بن جائیں۔

جو اس کے لیے خوشیاں لے کر آئیں۔

جو اس کے لیے معتبر بن جائیں۔

وہ دن کون سے ہوں؟۔۔۔ ہر ایک اس کا تعین اپنی مرضی، اپنی خواہش، اپنے معاشرے کے افراد کی مرضی سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک وسعت والے وقت کی قسم کھائی ہے جب رات کی تاریکی ختم ہو رہی ہوتی ہے اور جب دن کا نور پھیلنے کا آغاز ہو رہا ہوتا ہے۔

لبیک اللھم لبیک

قسم ہے فجر کی اور اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے دس راتوں کی، دونوں اوقات معتبر ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ذوالحجہ کے ان دنوں کو معتبر بنایا ہے۔

ہر وہ موقع، ہر وہ موسم اور وہ سارے دن جن کو انسان celebrate کرتا ہے اس کے لیے کسی نہ کسی اعتبار سے اہمیت کے حامل ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دنوں کو اہمیت دی ہے:

جو دن انسان کو انسان بناتے ہیں۔

جو دن انسان کو اس کی فطرت کے مطابق ڈھال دیتے ہیں۔

جو دن انسان کے اندر خدا کا خوف پیدا کر دیتے ہیں۔

جن دنوں کی وجہ سے انسان اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہے۔

قطرہ دریا سے مل جائے یہی قطرے کی انتہا ہے، یہی قطرے کی منزل ہونی چاہیے۔
قطرہ دریا سے باہر ہو تو اپنا وجود کھو دیتا ہے۔ ایسے ہی انسان کا معاملہ ہے۔ انسان کی ذات تب قیمتی بنتی ہے جب وہ اپنے رب سے تعلق قائم کر لیتا ہے تو یہ دن ایسے ہیں جو انسان کو رب سے ملا دیتے ہیں، رب سے قریب کر دیتے ہیں، وہ دن جو ذوالحجہ کے پہلے عشرے کے دن ہیں۔

یہ تو یادوں کے دن ہیں۔

یہ تو انسان کا رشتہ ان ہستیوں سے ملانے کے دن ہیں۔

جنہوں نے وفا کا حق ادا کر دیا۔

انسان ان دنوں میں یاد کرتا ہے

اللہ تعالیٰ کے خلیل علیہ السلام کو۔

ان کے گھرانے کے افراد کو۔

ان کے تعلق باللہ کو۔

ان کی قربانیوں کو۔

تیس سے زائد آزمائشیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آئیں۔ ہر آزمائش پہلے سے زیادہ بڑی لیکن آخری آزمائش کی تو کیا ہی بات ہے! جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا قربان کر دینے کا حکم ملا۔ یہ ذوالحجہ کے پہلے عشرے کے آخری دن کی بات ہے جس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس فعل کی یاد منائی جاتی ہے۔

جو لوگ حج کے لیے جاتے ہیں، ان جانے والوں کو کیا کچھ ملتا ہے؟

طواف سے دل کی بے چینی کو قرار آتا ہے۔ آنسوؤں کے ساتھ، آہوں کے ساتھ رب سے فریادیں کرنے کا، دعائیں مانگنے کا موقع ملتا ہے۔ زم زم کا پانی پی کر ایمان کو تازہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ رب پر توکل کی یادگار ہے زم زم۔ جو اس پانی کو پیتا ہے روحانی اور جسمانی طور پر شفا حاصل کرتا ہے۔ عرفات جانا، منیٰ کی راتیں، جمرات کو کنکریاں مارنا، ایک ایک فعل ایسا ہے، جانے والا تو دامن بھر لے، پیچھے والے کیا کریں؟

جو جانے کی طاقت نہ رکھتے ہوں

کیا ان کے لیے بھی کوئی خیر ہے؟

کیا ان کے لیے بھی کوئی نیکی کا سامان موجود ہے؟

کیا ان کے لیے بھی کچھ قرب کی راہیں ہیں؟

کیا ان کے لیے بھی مواقع میسر ہیں؟

جی ہاں، اسی کی وضاحت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ اَیَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْهَآ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ

”جس قدر اللہ عزوجل کو نیک کام ان دنوں یعنی عشرہ ذوالحجہ میں پسند ہے اتنا باقی دنوں میں پسند نہیں ہے“۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ”یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا بھی اتنا پسند نہیں ہے“؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

وَلَا الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا رَجُلًا خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَیْءٍ [بخاری]

”جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں البتہ وہ شخص جو اپنا مال اور اپنی جان لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا اور اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لایا وہ اس سے بہتر ہے“۔

بیہقی کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

مَا عَمَلٌ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰہِ وَلَآ اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنْ خَیْرٍ یَّعْمَلُهٗ فِیْ عَشْرِ الْاَضْحٰی

”نیکی کا کوئی بھی کام عشرۂ ذوالحجہ میں کیے جانے والے کام سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہ زیادہ پاکیزہ ہے نہ اجر وثواب میں بڑھ کر ہے“۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ اَیَّامٍ اَفْضَلُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ اَیَّامِ عَشْرِ ذِی الْحِجَّۃِ

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ ذوالحجہ سے افضل کوئی دن نہیں ہے"۔

ایک آدمی نے عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ! یہ زیادہ افضل ہے یا اتنے دن جہاد فی سبیل اللہ میں گزارنا افضل ہے"؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

ھُنَّ اَفْضَلُ مِنْ عِدَّتِھِنَّ جِھَادًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا عَفِیْرًا یُعَفِّرُ وَجْھَہٗ فِی التُّرَابِ (ابویعلی)

"یہ دن جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ افضل ہے۔ البتہ وہ شہید جس کا چہرہ مٹی میں خاک آلودہ ہوگیا ہو وہ اس سے زیادہ افضل ہے"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ اَیَّامٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ وَلَآ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ الْعَمَلُ فِیْھِنَّ مِنْ اَیَّامِ الْعَشْرِ فَاَکْثِرُوْا فِیْھِنَّ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّحْمِیْدِ وَالتَّھْلِیْلِ وَالتَّکْبِیْرِ (طبرانی)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ ذوالحجہ میں کیے جانے والے عمل سے بڑھ کر نہ کوئی عمل افضل ہے نہ پسندیدہ، لہٰذا ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ سبحان اللہ، الحمدللہ، لاالہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہا کرو"۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ

فَاَكْثِرُوْا فِيْهِنَّ مِنَ التَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ وَذِكْرِ اللهِ وَاِنَّ صِيَامَ يَوْمٍ مِّنْهَا يَعْدِلُ بِصِيَامِ سَنَةٍ وَّالْعَمَلَ فِيْهِنَّ يُضَاعَفُ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ [illegible]

”تم ان دنوں میں تہلیل، تکبیر اور اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ سے زیادہ کیا کرو۔ ان میں سے ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزے کے برابر ہے اور اس میں کیے جانے والے عمل کا ثواب سات سو گنا کر دیا جاتا ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ اَيَّامٍ اَحَبُّ اِلَى اللهِ اَنْ يُّتَعَبَّدَ لَهٗ فِيْهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَّقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ [ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی]

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی عمل عشرۂ ذوالحجہ میں کیے جانے والے عمل سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے، ان میں سے ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ایک رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے“۔

اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے ان دنوں کی قسم کھائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے پیچھے رہ جانے والوں کو محروم نہیں رکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عشرۂ ذوالحجہ کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ

بِكُلِّ يَوْمٍ اَلْفُ يَوْمٍ وَيَوْمُ عَرَفَةَ عَشَرَةُ آلَافِ يَوْمٍ [illegible]

”ایک دن ہزار دن کے برابر ہے اور عرفہ کا دن دس ہزار دن کے برابر ہے“۔

جب ذوالحجہ کا چاند نظر آئے کون سے عمل انسان کر سکتا ہے جو بہت پسندیدہ ہیں؟ ذوالحجہ کا چاند نظر آ جائے تو ناخن نہ تراشنا اور بال نہ کٹوانا مستحب ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأَى هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَأْخُذْ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ (مسلم)

”جس نے ذوالحجہ کا چاند دیکھ لیا اور وہ قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے بال اور ناخن نہیں تراشنے چاہئیں۔“

دس دن ایک انسان ناخن نہ کٹوائے اور حاجیوں کی طرح کا ایک عمل کر کے اپنے آپ کو ان میں شمار کرلے۔ یہ ناخن ان دنوں میں کتنا ستاتے ہیں؟ لمحہ لمحہ انسان کو یہ یاد آتا ہے، عام دنوں میں انسان کو اتنا زیادہ اس چیز کا احساس نہیں ہوتا لیکن ذوالحجہ میں یہ خیال بار بار آتا ہے اور پھر اس کا رابطہ ان لوگوں کے ساتھ جا جڑتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنے کے لیے پہنچتے ہیں اور پھر سیکڑوں برس پہلے گزر جانے والی شخصیت جو اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب تھی اس کے ساتھ انسان کا رشتہ جڑ جاتا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جس نے ذوالحجہ کا چاند دیکھ لیا اور وہ قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے بال اور ناخن نہیں تراشنے چاہئیں۔“

پھر ناخن کب تراشے جائیں؟ بال کب کاٹے جائیں؟

لبیک اللّٰھم لبیک

عیدالاضحیٰ کی نماز اور قربانی کے بعد اور جو قربانی نہیں کر سکتا، چاند دیکھنے کے بعد اگر حجامت نہیں کرواتا اور نمازِ عید کے بعد حجامت کرواتا ہے تو اسے ایک قربانی کے برابر ثواب ملے گا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا: ”یارسول اللہ ﷺ! یہ بتائیے کہ اگر میں قربانی کا جانور نہ پاؤں اور کسی شخص نے دودھ پینے کے لیے مجھے بکری دے رکھی ہے جس کو واپس کرنا پڑے گا تو کیا میں اس کی قربانی کر ڈالوں؟“

آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا وَلٰکِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِکَ وَاَظْفَارِکَ وَتَقُصُّ شَارِبَکَ وَتَحْلِقُ عَانَتَکَ فَتِلْکَ تَمَامُ اُضْحِیَتِکَ عِنْدَ اللّٰہِ (ابوداؤد)

”نہیں بلکہ تم نماز کے بعد اپنے بالوں، ناخنوں اور مونچھوں کو ترشوالو اور زیرِ ناف بالوں کو صاف کر ڈالو تو تمہیں پوری قربانی کا ثواب مل جائے گا“۔

یوں تو عشرۂ ذوالحجہ کے سارے ہی کام معتبر ہیں لیکن یومِ عرفہ یعنی ذوالحجہ کی نویں تاریخ کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ یَوْمٍ اَفْضَلُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَةَ یَنْزِلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیُبَاهِیْ بِاَهْلِ الْاَرْضِ اَهْلَ السَّمَاءِ فَیَقُوْلُ اُنْظُرُوْا اِلٰی عِبَادِیْ جَاءُوْنِیْ شُعْثًا غُبْرًا ضَاحِیْنَ جَاءُوْا مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یَرْجُوْنَ رَحْمَتِیْ وَلَمْ یَرَوْا عَذَابِیْ فَلَمْ یُرَ یَوْمٌ اَکْثَرُ عَتِیْقًا مِنَ النَّارِ مِنْ عَرَفَةَ (بزار، ابن حبان)

”اللہ تعالیٰ نویں ذوالحجہ کو آسمانِ دُنیا پر نزول فرماتا ہے اور آسمان والوں کو زمین والوں پر فخر کرکے بتاتا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھو، وہ دور دراز سے پراگندہ سر اور غبار آلود یہاں پر آئے ہیں۔ میری رحمت کی اُمید کرتے ہیں اور انہوں نے میرے عذاب کو دیکھا نہیں ہے اور اس نویں تاریخ کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے بہت سے لوگوں کو آزاد کرتے ہیں۔“

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے:

”عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھو، میرے پاس پراگندہ سر غبار آلود آئے ہیں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو معاف کردیا۔ فرشتے کہتے ہیں: ان میں سے ایک شخص گناہ گار بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے ان سب کو معاف کردیا“۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے“ ۔[ابن خزیمہ]

اللہ کے رسول ﷺ نے عرفہ کے دن فرمایا:

”لوگو اللہ تعالیٰ ان دس دنوں میں تمہاری حاضری کی وجہ سے فرشتوں کی جماعت پر فخر کرتا ہے کہ تمہارے گناہوں کو معاف کرتا ہوں مگر حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق معاف نہیں کیے جائیں گے، نیک لوگوں کے گناہوں کو معاف کرتا ہوں اور ان کے سوال کو پورا کرتا ہوں اور مزدلفہ میں بھی اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں اور ان کی سفارش کو قبول فرماتے ہیں“ ۔[الترغیب]

یہ دن

جب رحمتیں انسان کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کی بخشش انسانوں کا انتظار کرتی ہے۔

جب ایک انسان اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہے۔

ابنِ ماجہ اور الترغیب کی روایت میں ہے کہ

"ابلیس اور اس کی اولاد پہاڑوں پر چڑھ کر حاجیوں کو دیکھ کر پریشان ہوتے ہیں اور چلاتے ہیں"۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام کو اپنی اُمت کے لیے مغفرت کی دُعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اُمت کو بخش دوں گا مگر ظالم اور حقوق العباد پورا نہ کرنے والوں کو معاف نہیں کروں گا جب تک ظالم سے مظلوم کو حق نہ دلا دوں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: "خدایا! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت میں جگہ دے سکتا ہے"۔ اس شام کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا منظور نہیں ہوئی۔ مزدلفہ میں پھر صبح کو اسی دُعا کو دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا قبول ہو گئی۔

حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ دُعا کی قبولیت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسکرایا نہیں کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ مسکراتا رکھے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابلیس نے جب میری دُعا کی قبولیت کے بارے میں جان لیا تو ہائے ہائے کرتا ہوا سر پر مٹی ڈالنے لگا اور مجھے ابلیس کو دیکھ کر ہنسی آ گئی"۔ (ابن ماجہ)

نویں ذوالحجہ کی بڑی فضیلت ہے، اسی لیے اس دن کا روزہ رکھنے کا ثواب دو سال

کے برابر ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے نویں تاریخ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

یُکَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِیَةَ وَالْبَاقِیَةَ (مسلم)

"دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ایک گزشتہ سال کے اور ایک آیندہ آنے والے سال کے"۔

چونکہ ایک روزہ رکھنا خلاف سنت ہے اس لیے آٹھویں ذوالحجہ کا روزہ ساتھ میں شامل کر لینا چاہیے۔ عرفات کے میدان میں پہنچنے والوں کے لیے نویں ذوالحجہ کا روزہ رکھنا درست نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے عرفات کے میدان میں جانے والوں کو روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ ذوالحجہ کے دنوں کی بڑی فضیلت ہے۔ ان دنوں کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ قیمتی دن، قیمتی راتیں اور ذوالحجہ کے عشرے کی آخری رات، بہت فضیلت والی رات۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَامَ لَیْلَتَیِ الْعِیْدِ مُحْتَسِبًا لَمْ یَمُتْ قَلْبُهٗ یَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ (ابن ماجہ)

"جس نے دونوں عیدوں کی راتوں میں اخلاص کے ساتھ قیام کیا تو اس کا دل زندہ رہے گا جبکہ دوسروں کے دل مردہ ہو جائیں گے"۔

خیر و برکت والے دن، روشن راتیں ہماری منتظر ہیں، ہمیں ان کا انتظار کرنا چاہیے، ہمیں ان کے لیے پلان کرنا چاہیے۔ ایک انسان کے لیے سب سے زیادہ شرف، سعادت اور خوش بختی والی بات یہ ہے کہ اسے رب کی قربت نصیب ہو جائے۔

یہ دن قربتوں کے دن ہیں۔

یہ دن لبیک کے، حاضری کے دن ہیں۔

لبیک اللّٰھم لبیک

ان دنوں میں جو لوگ بیت اللہ میں حاضر نہیں ہوسکتے، انہیں کثرت سے تسبیح و تہلیل کے ذریعے اپنے آپ کو رب کی قربت کے لیے تیار کرنا چاہیے۔ ان دنوں میں کثرت سے صدقہ و خیرات کرنا چاہیے۔ نیکی کے سارے ہی اعمال کا درجہ بڑا ہے۔ روزہ رکھنے کی فضیلت سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔ ان دنوں میں جس جس کے ساتھ زیادتی کی ہو ان سے معافی طلب کی جاسکتی ہے۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کو حق دلوائے اور ہم سے دلوائے، ہمیں آگے بڑھ کر اپنے جرائم، اپنے گناہوں اور اپنی غلطیوں کی معافی مانگ لینی چاہیے۔

ان دنوں کو پہلے سے ہی بابرکت بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حاضر ہونے کا دن جب آئے گا اس دن سے پہلے ہی لبیک اللّٰھم لبیک کہہ دینا چاہیے اس لیے کہ ہمارے لیے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے، ہمیں مجبور ہو کر بھی حاضری دینی ہے اور دل کی خوشی کے ساتھ بھی۔

آیئے! دل کی رضا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے اپنے آپ کو حاضر کر دیتے ہیں۔

لبیک اللّٰھم لبیک

لبیک لا شریک لک لبیک

ان الحمد والنعمۃ لک والملک

لا شریک لک

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ

وہ اس دل کو حاضری کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمیشہ کے لیے ہماری اس حاضری کو قبول فرمالے۔

ہمیں ہمیشہ ایسا احساس عطا فرمائے
کہ ہم اس کے حضور ہمیشہ حاضر رہیں۔
ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس حیات میں وہ کام کر جائیں
جن کی وجہ سے حاضری معتبر ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین پر آنے والوں میں سے انبیاء علیہم السلام کی حاضری کو قبول کیا اور انبیاء علیہم السلام میں سے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام اس دنیا میں انجام دیا، رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں کو بھی اسی مشن، اسی راستے پر قبول فرمالے۔

اے اللہ! ہم اس مشن کے لیے حاضر ہیں۔
آپ ہمیں قبول فرمالیجیے۔ (آمین)